قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور
اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اللہ
رسول
محمد

شوال/ذیقعد 1431ھ

ماھنامہ اکتوبر 2010ء

المُرشِد

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلَّا عَلٰی سَاعَۃٍ مَرَّتْ
بِھِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْھَا (ترمذی)

جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا۔ بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو۔

کسی بے راہ کا راہ پر واپس آنا بڑا کمال ہے لیکن کسی بے راہ کا راہنما بن جانا یہ معجزہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

کیفیات کے حصول کا نام تصوف ہے

کیفیات کے حصول کا نام تصوف ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا نام آپ تصوف ہی رکھیں مقصد تو اس کیفیت کا حصول ہے ایک آدمی کو بھوک لگتی ہے کھانے کو کوئی انگریزی میں پکارے، کوئی فارسی میں پکارے، کوئی پشتو میں پکارے، کوئی پنجابی میں، پکارنے میں اسے روٹی اور نان کے جھگڑے سے غرض نہیں ہے۔ اسے تو صاف ستھرا کھانا چاہیے اب اگر کوئی اس کا اپنی اصطلاح میں تصوف نام رکھیں۔ تو کوئی فرق نہیں پڑتا کسی نے کیفیت کا نام اگر تصوف رکھ لیا ہے یا اس کے علاوہ کوئی نام رکھ لیا ہے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا مطلوب تو یہ کیفیت ہے جو حضور ﷺ سے منتقل ہوئی اور جس طرح آپ ﷺ کے ارشادات آپ ﷺ کی تعلیمات منتقل ہو رہی ہیں، نسلاً بعد نسلاً اس طرح کتابوں سے بھی حاصل کرسکتے ہیں لیکن کیفیات کتابوں میں نہیں ہوتیں ان کے لئے سینے کے سامنے سینہ رکھنا پڑتا ہے یہ صدری چیزیں ہوتی ہیں اور دلوں سے دلوں کو منتقل ہوتی ہیں چراغوں سے چراغ جلتے ہیں، تصوف اسلامی نہ ذریعہ معاش ہے، نہ پیسے حاصل کرنے کا ذریعہ، نہ دوسروں کو مسخر کر کے ان پر عملیات کرنے کا نام، نہ مختلف اوراد کے ذریعے لوگوں کو اپنے تابع بنانے کا نام ہے نہ سانپوں کو پکڑنے کا نام ہے' نہ دم کر کے کہیں آگ جلا دینے یا بجھا دینے کا نام ہے۔ مسلمانوں میں تصوف اتنا ہی قدیم ہے جتنا اسلام قدیم ہے، تصوف کے لغوی بحثیں تو بہت ہیں لیکن اس کا مفہوم اور اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے باطن میں اپنے دل میں رہیے، سینے میں نبی رحمت ﷺ سے اخذ فیوضات و برکات کی قوت پیدا کرنا اس کو سلوک کہتے ہیں۔

المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اکتوبر 2010ء شوال/ذیقعد

جلد نمبر 32 | شمارہ نمبر 2

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

قیمت فی شمارہ 25 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوالِ شیخ	انتخاب	5
درد کو سمیٹو درد کو بانٹو	امیر محمد اکرم اعوان	7
اسلامی تصوف	امیر محمد اکرم اعوان	17
اسلام کا خانگی نظام	اُم فاران راولپنڈی	26
اکرم التفاسیر (اسلام کی بنیاد توحید باری)	امیر محمد اکرم اعوان	31
فنافی الرسول کا عملی نمونہ	فیض الرحمن اسلام آباد	40
سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	45
من الظلمات الی النور	منیر حسین بمقام ڈھڈھی	48
Khaloos		53
Hayat-e-Javedan		56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔

Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔

Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

برائی کی کثرت سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے

ارشاد ہوتا ہے: اے ایمان والو! ایمان لاؤ، اللہ پر اور اللہ کے رسول پر اور وہ ایسے کہ جو کتاب اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے اسے مان کر دنیا کو دکھا دو یعنی اسے اپنے اعمال کی بنیاد بناؤ، نفع کیا ہوتا ہے اور نقصان کسے کہتے ہیں اچھا کون ہے اور کون اچھا نہیں ہے؟ کون بڑا ہے کون چھوٹا ہے؟ ان باتوں کو بھول جاؤ! صرف اور صرف ایک بات یاد رکھو کہ اللہ نے اس کتاب میں جو اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے کیا حکم دیا ہے اور وہ مان کر یعنی اس پر عمل کر کے ثابت کرو کہ ہم ماننے والے ہیں اور ان کتابوں پہ بھی ایمان رکھو جو پہلے اللہ کریم کی طرف سے نازل ہو چکی ہیں اور یہ دیکھ لو کہ جسے نہ اللہ پر ایمان نصیب ہوا نہ فرشتوں کا اقرار کیا نہ اللہ کی کتابوں کو مانا نہ اللہ کے رسولوں کی تصدیق کرنا نصیب ہوئی اور نہ ہی آخرت کو مان سکا وہ راہِ حق سے کس قدر دور چلا گیا واقعی وہ بہت ہی دور بھٹک گیا۔ اتنا دور کہ شاید واپس بھی نہ آسکے کہ جو لوگ اقرار کرتے ہیں پھر انکار کر دیتے ہیں پھر ایمان لائے پھر مرتد ہوئے اور کفر و گمراہی میں بڑھتے ہی چلے گئے کہ عموماً منافقین یہود و نصاریٰ میں سے تھے فرمایا پہلے اپنے انبیاءؑ پر ایمان لایا پھر اسلام کے نام پر کفر اختیار کیا اب پھر وہی کرتوت دہرائے جس کے نتیجے میں وہ کفر کی دلدل میں دھنستے چلے گئے ایسے لوگوں کو اللہ کریم بخشش اور ہدایت دونوں سے محروم فرما دیتے ہیں یعنی اس قدر برائی کرتے ہیں کہ دلوں میں توبہ کی توفیق ہی نہیں رہتی اور خاتمہ کفر پہ ہوتا ہے ورنہ تو بڑے سے بڑا کافر بھی اگر خلوص سے توبہ کرے تو اللہ کی مغفرت کے سامنے اس کے کفر یا گناہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

اسلامی نظام عدل وقت کی ناگزیر ضرورت بن چکا ہے

ہنزہ میں عطا آباد جھیل سے غرقابی کے جس المیہ کا آغاز ہوا تھا' رفتہ رفتہ پورا ملک ہی غرقِ آب کی تصویر بن گیا۔ سطحِ سمندر سے بلندی کام آئی نہ آبی گزرگاہوں سے دوری۔ یہ دوسرا ماہ ہے کہ سیلاب کی خبروں کے مقابل ملکی میڈیا پر کوئی اور خبر کم ہی جگہ پاتی ہے لیکن اس عالم میں ایک خبر ایسی بھی تھی جس نے پوری قوم کے اعصاب کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ سیالکوٹ میں دو بھائیوں کا بہیمانہ قتل جس کے فوٹیج اس قدر دردناک تھے کہ کوئی بھی ذی حس انسان ان کو لمحہ بھر دیکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس خبر سے قوم کا ہر فرد بے چین ہوا' الم گیر ہوا اور دو آنسو ان مقتولین اور ان کے ماں باپ کی نذر کئے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ دونوں مقتول بھائی روزہ سے تھے اور ان میں سے ایک حافظِ قرآن بھی تھا۔ انہیں قتل کرنے والے بھی روزہ دار ہی تھے لیکن حفظِ قرآن کا واسطہ کام آیا نہ روزہ دار ہونے پر کسی کا دل پسیجا اور نہ ہی ان بچوں کی کم عمری پر کسی کو ترس آیا۔ موت کا ایک کھیل تھا جو گھنٹوں جاری رہا اور جس کے سامنے روم کے ارینا میں بھوکے درندوں سے انسانوں کے چیر پھاڑ کی داستانیں بھی شرما گئیں کہ ان میں موت کی سختیاں اس قدر طویل نہ ہوا کرتی تھیں۔ پھر مسلمانوں کے ہاتھوں مسلم نعشوں کی بے حرمتی! نبی رحمت ﷺ تو غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو جاتے۔

وطنِ عزیز میں قتل تو معمول بن چکا ہے لیکن ان بھائیوں کے بہیمانہ قتل نے پوری قوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا' یہاں تک کہ چیف جسٹس آف پاکستان نے اس واقعہ کا از خود نوٹس لیا۔ کیا عزت مآب چیف جسٹس تک وہ پیغام بھی پہنچ پایا جو اس دردناک واقعہ کی صورت مشیت باری نے ہر اس شخص کو دیا جس نے اس قتل کے محرکات پر قدرے غور کیا ہو۔ یہ پیغام پوری قوم کے لئے ہے' معاشرہ کے ہر ذی حس فرد کے لئے ہے اور شعبۂ عدل سے تعلق رکھنے والی ہر شخصیت کے لئے ہے۔ جناب والا! اس واقعہ کا بغور جائزہ لیں تو یہ سمجھنا مشکل نہ ہوگا کہ قانونِ مغرب کی بنیادوں پر استوار ایوانِ عدل منہدم ہونے کو ہے۔ لوگوں کا انگریز کے نظام عدل سے اعتماد اٹھ چکا اور وہ یہ جان چکے کہ کرپشن' غنڈہ گردی اور سیاسی اثر و رسوخ کے اس دور میں پولیس مجرم تک پہنچ نہ پائے گی' استغاثہ ان کے مقدمہ کی پیروی سے قاصر ہوگا اور منصف سے انصاف کی توقع عبث ہوگی۔ اگر لوگوں کو انصاف مل رہا ہوتا تو گلیوں میں بلا تحقیق' بے قصور اور قصوروار میں امتیاز کئے بغیر' کسی ناکردہ جرم کی پاداش میں از خود نفاذِ عدل اپنے ہاتھ میں لینے کی جرأت نہ کرتے۔

اب قوم کو تعزیراتی نظام مجریہ 1860ء کی بجائے تعزیرات قرآن و سنت کی ضرورت ہے۔ مقامی غلاموں کو پابند سلاسل کرنے کے لئے بیرونی آقاؤں کے پولیس لاز کی بجائے دورِ فاروقی کے محکمہ ضابطہ کے اصولوں و قوانین چاہئیں۔ سیالکوٹ شہر کا یہ واقعہ اسلامی نظام عدل کے مطالبہ کے لئے شاید بلند ترین چیخ تھی لیکن اسی طرح کی چیخیں اب ہر شہر سے سنائی دے رہی ہیں جہاں گلیوں میں لوگوں کی خود ساختہ عدالتیں زعم باطل میں نفاذِ عدل کے نام پر بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہیں۔ حضورِ والا! ایوانِ عدل بچانا ہے تو اسلامی نظام عدل کا نفاذ واحد راستہ ہے جو دستورِ پاکستان کا تقاضا بھی ہے۔

ابوالاحمدین

کلام شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان؛ سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردسفر | نشان منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر
متاع فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟
علی اکبر منصور لکھتے ہیں

”میرے نقطہ نظر کے مطابق زیست نے اولاً ملک صاحب کے باطن پر درد والم کے دروازے کھولے۔ انہوں نے ہر انسانی کرب کو اپنی اذیت کی طرح قریب سے دیکھا، محسوس کیا اور بھگتا۔ ہمارے نزدیک اسی درد کی کائنات کا انسان کے باطن میں افشا ہونا ہی تخلیقی عمل کی اساس ہے جو روحانیت، تخلیق اور انسانیت کے معراج کی طرف لے جاتی ہے۔ ملک صاحب کی ساری بصیرت ان کی شخصی واردات عمیق مشاہدہ اور عملیت پسندی ہے اور یہی عناصر ان کی تخلیق شعر میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری تصوف کی شاعری ہے۔ روایت کا ایک جدید ترین احیاء ہے جس میں انسانی ذات سے لے کر معاشرے اور انسانی تہذیب تک کو بالیدہ کرنے کی قوت موجود ہے۔“

نعت

پس رہے ہیں اس لئے مدت سے مانند حنا
ہاتھ پر تیرے کبھی ہم کو بھی جا مل جائے گی

شمع کی جانب چلا پروانہ یہ کہتے ہوئے
کھوج میں تیری مگر مجھ کو فنا مل جائے گی

رہنے دو دیوانگاں کو مست اپنے حال میں
ورنہ اِک دن خاک میں ساری فضا مل جائے گی

چاند کو مت ڈھانپ بادل یا مجھے اتنا بتا
کیا چکوری کو ترے دل میں جگہ مل جائے گی

جان حاضر ہے مگر اپنی ہے اتنی آرزو
اُس گلی میں ہم کو بھی مدفن کی جا مل جائے گی

چھوڑ بیٹھے ہیں دو عالم کو ہم اس امید پر
رہنے کو اس در پہ اک چھوٹی سی جا مل جائے گی

سبز گنبد کے مکیں تیری عطا کی خیر ہو
اِک نظر سے فانی انساں کو بقا مل جائے گی

کہتا ہے سیماب خود کو تیری الفت کا اسیر
ایسی دولت ان فقیروں کو بھی کیا مل جائے گی

اقوالِ شیخ

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے توبہ انتہائی آسان ہے، صرف ایک شرط ہے خلوص کے ساتھ اللہ سے معافی مانگیں اور برائی کا رویہ چھوڑ دیں۔

☆ مسلمان کی کامیابی اور منزل یہ ہے کہ اپنی پسند سے دستبردار ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے مطابق ڈھل جائے۔

☆ اللہ کے احکام بندوں کے لئے رحمت ابدی کا پیغام اور راحت کا سبب ہیں، احکام الٰہی بندہ مومن کو بتاتے ہیں کہ وہ کس طرح اللہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

☆ دین کی عظمت یہ ہے کہ دین مشورے نہیں لیتا، دین حکم دیتا ہے اور اس حکم میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔

☆ کوئی بھی ایک دفعہ اللہ کو پکارے تو اس کی ایک پکار بھی ضائع نہیں جاتی۔ شرط یہ ہے کہ اس کے پکارنے میں وہ خلوص، عقیدہ اور درد موجود ہو جو اللہ کو پکارنے کے لئے ضروری ہے۔

☆ اسلام خالق اور مخلوق کے درمیان ایک تعلق اور رشتے کا نام ہے یہ رشتہ اور تعلق نظر نہیں آتا لیکن چھپتا بھی نہیں ہے۔

☆ آخرت پر یقین کامل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جو کام بھی کرتا ہے وہ آخرت کے حوالے سے کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں؟ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور آسمان اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں، آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے اس کے بعد ان لوگوں کیلئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جن کے پیچھے یہ سب لوگ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (الحدیث)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جارہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

درد کو سمیٹو درد کو بانٹو

04-08-10

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (سورۃ النساء آیت 136)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک من الشاھدین والشکرین ان الحمدللہ رب العالمین O

عزیزانِ محترم اللہ کریم کا احسان ہے اس نے توفیق دی ہم اس کے نام اس کی یاد اس کی رضا کو پانے کے لئے جمع ہوئے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ کی رضا کے حصول کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ یہ اس کا احسان ہے۔ انسان مکلّف ہے دنیاوی زندگی کا بھی اور مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے۔ درحقیقت دنیا ہی دین ہے۔ دین کے دو شعبے ہیں عبادات اور طاعت، عملی زندگی میں اتباع رسول ﷺ۔ عبادات کا شعبہ ہر شخص کا ذاتی ہوتا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا تعلق رب جلیل سے قائم رہے رابطہ قائم رہے اسے توفیق اطاعت ملتی رہے اصل دین عملی زندگی کا نام ہے جب معاملات بندوں کے بندوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو آزمائش وہاں ہے اور دنیا ہی دین ہے۔ ترک دنیا دین نہیں ہے بلکہ دنیا ہی دین ہے دنیا کے کام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کرنا حقیقی عبادت ہے۔

قرآن کریم کی جو مختصر ترین آیۃ کریمہ کا ایک حصہ میں نے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ بات تو چند لفظوں کی ہے لیکن ساری زندگی کو محیط ہے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو یعنی خطاب مومنین کو ہے۔

قرآن حکیم میں تین طرح کے خطاب اللہ سے مخلوق کو عامۃ الناس کو فرمائے گئے ہیں۔ ایک خطاب ہے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے اولاد آدمؑ! اس میں عموم پایا جاتا ہے ہر ایک کو مخاطب فرمایا جاتا ہے حکم دیا جاتا ہے بلکہ اکثر نصیحت فرمائی جاتی ہے۔ جہاں بھی یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ آتا ہے اس سے آگے آپ دیکھیں گے اکثر ناصحانہ انداز میں بات ہوگی۔ حکم بھی ہوگا تو وہ ناصحانہ انداز میں ہوگا۔ دوسرا خطاب ہوتا ہے نافرمانوں کو منکرین کو کفار کو یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ۔ قرآن حکیم میں آپ جہاں بھی یہ خطاب دیکھیں گے اس کے انداز سے غضب الٰہی ظاہر ہو رہا ہوگا بجلی کڑک رہی ہوگی اور اس سے آگے سخت عذاب اور شائد دوزخ کی وعید ہوگی جہاں بھی کفار کو خطاب ہوگا مشرکین کو خطاب ہوگا تو اس میں غضب الٰہی ہوگا الفاظ بھی شدید ہوں گے اور اس سے آگے وعید ہوگی سخت ترین عذابوں کی۔ تیسرا خطاب ہے مومنین کو اس کے ہر انداز سے محبت شفقت اور رحمت الٰہی مترشح ہوگی۔ جیسے کسی کو کسی سے شدید محبت ہو اس کے عشق میں مبتلا ہو دیوانہ ہو رہا ہو اس کا محبوب اسکے سامنے آجائے اس سے اظہار محبت کرے اور اسے بڑے پیار سے یہ سمجھائے کہ تم مجھے پانا چاہتے ہو مجھ سے ملنا چاہتے ہو میرے ہونا چاہتے ہو مجھے اپنانا چاہتے ہو تو بھئی راستہ اس طرف ہے، طریقہ یہ ہے کہ سیڑھی ادھر ہے، دروازہ یہاں ہے، اس زینے سے آؤ اس دروازے سے گزرو، تو میرے پاس پہنچ جاؤ گے جو عشق و محبت میں شاذ ہوتا ہے یعنی جو ایک تصور

ہمیں دیا جاتا ہے ہمارے ادب میں ہماری شاعری میں اور تمام اصناف سخن میں خواہ وہ نظمیں ہوں یا غزلیں سب میں ہمیں یہی تصور دیا گیا ہے کہ محبوب ہمیشہ پہلوتہی کرتا ہے۔سخت مزاج ہوتا ہے بات نہیں سنتا بے رخی کرتا ہے عشق الٰہی میں معاملہ الٹ ہے یہاں عشاق کی گنتی نہیں ہے محبوب ایک ہے یہ معاملہ ہی عجیب ہے دوسری عجیب بات یہ ہے کہ ایک محبوب کے دو عاشق رقیب کہلاتے ہیں۔ رقیب کا ویسے ہی لفظی ترجمہ اور مفہوم تو ہوتا ہے پہرہ دار، پہرہ دینے والا ہر بات کی نگہداشت رکھنے والا لیکن دنیاوی محبت میں رقیب چونکہ ایک دوسرے کو برا سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوتے ہیں تو رقیب بدترین دشمن کے لفظوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ادب میں عشق و محبت کے حوالے سے رقیب بڑے شدید ترین دشمنوں کے زمرے میں آتا ہے۔ یہاں یہ عجیب بات ہے کہ ساری مخلوق جنونِ عشق الٰہی میں مبتلا ہو جائے تو ان کی آپس میں بھی محبتیں بڑھ جاتی ہیں۔

عشق الٰہی میں پہلی عجیب بات یہ ہے کہ محبوب خطاب کر رہا ہے عاشق کو دیوانے کو اور اپنے پانے کا رستہ بتا رہا ہے کہ بھئی اس دیوار سے کیوں ٹکریں مار رہے ہو مجھے پانا ہے تو زینہ اس طرف ہے اس کے آگے کھڑکی ہے اس سے آگے ایک دروازہ ہے آگے میں مل جاؤں گا آؤ اس طرف سے اس زینے پر چڑھو دوسری عجیب بات یہ ہے کہ سارے عاشق ایک دوسرے سے بھی اتنا پیار کرتے ہیں جتنا اللہ سے عشق کرتے ہیں یعنی اس محبت میں رقابت نہیں بلکہ محبت ہی محبت ہے۔ اس شربت میں کوئی تلچھٹ نہیں شیرینی ہی شیرینی ہے۔تو جہاں بھی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا کا خطاب آپ دیکھیں گے اس کے آگے رحمت الٰہی کا خطاب ہوگا۔ جنت کی نعمتوں کا بیان ہوگا اور ترغیب عمل ہوگی کہ یہ یہ کام کرو اور وہاں مختصر ترین طریقہ بھی بتا دیا ہوگا اور وہ یہ ہوگا کہ میرے نبی کریم ﷺ کا دامن تھام لو ادھر ادھر نہ جاؤ مجھ تک پہنچ جاؤ گے اس آیۃ کریمہ میں کتنا خوبصورت انداز اپنایا۔ فرمایا: محبوب آواز دے رہا ہے اپنے دیوانوں کو عشاق کو چاہنے والوں کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے محبت کے دعویدارو! اے ہجوم عشاق اٰمِنُوْا ایمان لاؤ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا کیسی عجیب بات ہے اللہ کریم خود کہہ رہا ہے کہ اے ایمان والو اور پھر کہتا ہے ایمان لاؤ یہ بڑی عجیب سی بات لگتی ہے لیکن یہ لفظی ترجمہ ہے بامحاورہ ترجمہ کیا جائے تو مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ بامحاورہ ترجمہ میری دانست میں جو اللہ نے مجھے سمجھایا وہ یہ بنے گا اے ایمان والو! ایمان لا کر دکھاؤ جو کہتے ہو ذرا کر کے دکھاؤ اے عشق و محبت کے دعویدارو کیا محبت کے یہی انداز ہیں جو تمہارے ہیں۔ عشق کا دعویٰ ہے تو عشق کر کے دکھاؤ۔ تمہاری حرکات سے، تمہاری سکنات سے، تمہارے اُٹھنے بیٹھنے سے، تمہارے بول چال سے، لین دین سے پتہ چلے کہ یہ عاشق ہے دعویٰ عشق کا کرتے ہو اور کردار دشمنوں کا اپناتے ہو یہ کون سا عشق ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بامحاورہ ترجمہ کیا جائے تو مفہوم سمجھ آجاتا ہے بات پلے پڑ جاتی ہے کہ اے ایمان والو ذرا کر کے دکھاؤ ایمان کیا ہوتا ہے؟ ایمان دعویٰ عشق ہے اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے اللہ کی طلب کا دعویٰ ہے اس کی رضا کی طلب کا دعویٰ ہے میں کہوں گا وصال الٰہی کا دعویٰ ہے تو فرمایا جو طالب وصال ہوتے ہیں ان کا کردار یہی ہوتا ہے جو تمہارا ہے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں کیا ایسے ہی محبت کی جاتی ہے جیسے تمہارا کردار ہے کہنے کو محبت نہیں ہوتی کہنے کا کام نہیں ہے جنون دعوے کرنے سے نہیں ہوتا یہ تو ایک عمل کا نام ہے یہ تو ایک کیفیت کا نام ہے ایک حالت کا نام ہے تم میں وہ حالت کیوں نظر نہیں آتی جب تم دعویٰ کرتے ہو ہم اللہ کے طالب ہیں تو طلب الٰہی میں کیا کرتے ہو؟ کیا اللہ کا طالب اس مردار دنیا کے لئے بک سکتا ہے؟ کیا اللہ کا طالب اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھک سکتا ہے؟ کیا اللہ کا طالب اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے دامن پھیلا سکتا ہے؟ کیا اللہ کا طالب اللہ کو چھوڑ کر کسی سے نفع کا امیدوار ہو سکتا ہے؟ کیا اللہ کا طالب اللہ کو چھوڑ کر کسی کے نقصان کا اندیشہ کر سکتا ہے؟ اگر سب کا جواب نہیں ہے تو پھر اپنے اندر تلاش کرو کیا تمہارے اندر یہ کیفیت ہے؟ نہیں ہے تو پھر دعوے پہ نہ رہو کر کے

دکھاؤ چلو اس راہ پر یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا جب محبوب دریچے میں کھڑا ہے رخ روشن سامنے ہے رخ انور سے روشنیاں چھن چھن کر آرہی ہیں دیوانے گلی میں ہیں پھر یہ کیا بیہودگی ہے سر میں خاک اڑائی ہوئی کپڑے پھاڑے ہوئے ہیں۔نہیں، نہیں یہ طریقہ نہیں ہے اپنے آپ کو درست کرو میاں۔لباس درست کرو، حلیہ ٹھیک کرو، راستہ وہ ہے زینہ وہ ہے۔وہاں سے اوپر آؤ آگے دروازہ ہے، اس کمرے سے گزرو آگے میں جلوہ افروز ہوں آجاؤ، آؤ آؤ کیوں دیر کررہے ہو۔تو عشق کی دنیا میں ایسا خوش نصیب کون ہوسکتا ہے؟ یہ تو بالکل ایک ناممکنات میں سے ہے کہ کسی کو محبوب سمجھائے کہ میاں طریقہ یہ ہے راستہ یہ ہے زینہ وہ ہے وہاں سے آؤ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے میرے عشق کے دعویدارو اے میری محبت کے دعویدار ذرا محبت کر کے دکھاؤ پتہ چلے تمہیں محبت ہے جو دیکھے وہ بتائے اسے اللہ سے محبت ہے۔اللہ اللہ اللہ۔

ایک اور بڑی عجیب سنت الٰہیہ ہے قرآن حکیم میں بھی موجود ہے کہ اللہ کریم جس کام کا حکم دیتے ہیں اس کی توفیق اور اس کے اسباب بھی دے دیتے ہیں اور جس کام کے اسباب نہیں دیتے وسائل نہیں دیتے اس کا حکم نہیں دیتے۔لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (سورۃ البقرہ آیت 286) جس بندے میں جس کام کی استطاعت نہ ہو اس کا وہ مکلف ہی نہیں ہے اس کا اس سے حساب ہی نہیں لیا جائے گا وہ اسے معاف ہے جیسے صلوٰۃ میں قیام فرض ہے صلوٰۃ خود فرض ہے پھر صلوٰۃ میں آگے ارکان ہیں کچھ فرض ہیں کچھ واجب ہیں کچھ سنت ہیں تو فرائض صلوٰۃ جو ہیں ان میں سب سے پہلا فرض جو ہے وہ قیام ہے لیکن اگر بندے میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں تو وہ بیٹھ کر پڑھ لے یعنی صلوٰۃ تک کا جو ایک فرض تھا اس کے ساتھ رعایت مل گئی ٹھیک ہے، بیٹھ بھی نہیں سکتا لیٹ کر اشارے سے پڑھ لے، جب اللہ کریم کسی چیز کا وسیلہ اور ذریعہ اور طاقت اور استعداد نہیں دیتے تو اس کا حکم بھی نہیں دیتے۔اب اگر یہ عشق کے انداز اور محبت کے طور طریقے اپنانے کا حکم دیا ہے تو عشق و محبت تو کیفیت ہے یار یہ کوئی عمل نہیں ہے ایمان کوئی کسی عمل کا نام نہیں ہے۔ایمان ایک کیفیت ہے عمل اس کے تابع ہوجاتا ہے جیسے غصہ ایک کیفیت ہے بندہ غصہ میں ہوتا ہے تو کسی سے بدکلامی کرتا ہے کسی کو تھپڑ مار دیتا ہے کسی کو قتل بھی کر دیتا ہے تو یہ جو کردار ہے یہ جو عمل ہے یہ اس کیفیت کے تابع ہوگیا، شہوت ایک کیفیت ہے، لالچ ہوتا ہے، اس میں خود غرضی ہوتی ہے تو اس کے تابع ہو کر ڈاکہ مارتا ہے۔رشوت لے لیتا ہے سود کھاتا ہے حرام حلال کا مال سمیٹتا ہے تو اس کا مطلب ہے عمل ان کیفیات کے تابع ہوجاتا ہے۔محبت بھی ایک کیفیت ہے عشق بھی ایک کیفیت ہے عمل اس کے تابع ہوجاتا ہے اور اتنا تابع ہوجاتا ہے کہ لوگ دیکھ کر کہتے ہیں کہ یار یہ پاگل لگتا ہے، یعنی ایک ہی کام کے پیچھے رات دن پڑ گیا ہے نہ اسے کھانے کا ہوش ہے نہ لباس کا ہوش ہے نہ کسی سے ملنے ملانے کا، پاگل ہوگیا ہے۔نبی کریم ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اللہ کا ذکر کرو اور ایسے یاد کرو کہ حتٰی یقولوا مجنون لوگ کہیں پاگل ہوگیا ہے۔اس کا دماغ پھر گیا ہے اسے ذکر کے علاوہ کوئی کام نہیں آتا یہ دیوانہ ہوگیا ہے او کما قال رسول اللہ ﷺ تو عشق و محبت بھی ایک کیفیت ہے اگر وہ کیفیت اندر نہیں ہوگی تو آپ عاشقوں کی نقل تو کر سکتے ہیں آپ نے دیکھا ڈرامے میں، فلم میں کتنے جانثار عاشق بنتے ہیں، کتنے لوگ ڈاکو بنتے ہیں، کتنے لوگ بادشاہ اور شہنشاہ بنتے ہیں، کتنے لوگ سپاہی اور غلام بنتے ہیں لیکن اتنی دیر تک جتنی دیر کیمرے کے سامنے ہوتے ہیں۔کیمرہ بند ہوتا ہے تو ہر ایک اپنی حیثیت میں آجاتا ہے۔اگر عشق و محبت والی یہ کیفیت نہ ہو جیسے اللہ کریم پیار سے پکار رہے ہیں تو باقی جو ہماری دینداری ہے وہ ایکٹنگ رہ جاتی ہے ہماری پارسائی اداکاری رہ جاتی ہے کہ لوگوں میں سے چار بندے دیکھ رہے ہیں تو سکون سے نماز پڑھ لی کوئی نہیں دیکھ رہا تو جلدی جلدی ختم کرلی۔کچھ لوگ سن رہے ہیں تو بڑی سر سے بڑے خلوص سے تلاوت کی اور بڑے ع غ تک حلق سے نکالے اور زیر زبر کا خیال رکھا اور کوئی نہیں سن رہا تو لاپرواہی سے

پڑھ ڈالی یعنی ایک اداکاری بن جاتی ہے کہ لوگ سمجھیں بڑی محنت کر رہا ہے لوگ سمجھیں بڑے لمبے سجدے کر رہا ہے لوگ سمجھیں بڑا عالم ہے لوگ سمجھیں بڑا زاہد ہے یہ اداکاری رہ جاتی ہے اس میں عشق نہیں ہوتا۔ قرآن میں اللہ نے یہی کہا ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (سورۃ النساء آیت 142) میری بارگاہ میں آئیں بھی تو ڈھیلے ڈھالے بے دلی سے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں دکھاوے کی نمازیں اور دکھاوے کے سجدے۔ اس کے لئے وہ کیفیت مقصود ہے وہ کیفیت مطلوب ہے اب وہ کیفیت کہاں سے آئے؟ یا اللہ کیفیات تو اختیاری نہیں ہوتیں۔ اب غصہ اختیاری تو نہیں ہے کوئی واقعہ ہوتا ہے تو ہمیں غصہ آجاتا ہے۔ لالچ اختیاری تو نہیں ہے کوئی چیز دیکھتے ہیں تو جی للچا اٹھتا ہے راستے میں کسی کی گھڑی گری پڑی ہے تو دل چاہتا ہے میں اٹھا کے پہن لوں کہیں سے پیسہ ملنے کا امکان ہے تو لالچ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لے لینا چاہیے۔ اسی طرح قرب الٰہی کی کیفیات کے لئے فرمایا میں تمہیں وہ زینہ بتا دیتا ہوں قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ میرے حبیب ﷺ ان لوگوں کو وہ زینہ بتا دو جو میری بارگاہ تک آتا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو محبت کا دعویٰ ہے ایمان کا دعویٰ ہے، ایمان ہی کا نام محبت الٰہی ہے، عشق الٰہی کا دعویٰ ہے فَاتَّبِعُوْنِيْ تو میری یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کرلو اتباع کرلو پھر کیا ہوگا تم عاشق سے معشوق بن جاؤ گے اب تو تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ سے عشق کرتے ہو پھر میری غلامی کرلو گے تو اللہ تم سے عشق کرنے لگے گا يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (سورۃ آل عمران آیت 31) جو غلطیاں کر چکے ہو وہ بھی معاف کر دے گا بندے کو احساس ہو جائے کہ میں تو ساری عمر گمراہ رہا غلط کار رہا میں تو کل ہی ایمان لایا ہوں عمر ساٹھ سال ستر سال ہوگئی ستر سال ضائع کر دیئے۔ فرمایا: کوئی فکر نہیں تم اس زینے پہ قدم تو رکھو رب کریم ساری خطائیں معاف کر دے گا چاہے گا تو گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا تم سکہ سمیٹتے رہے وہ اسے سونا بنا دیگا تم پتھر اکٹھے کرتے رہے وہ انہیں ہیرے جواہر بنا دے گا ذرا میرے نقش قدم پہ تو آؤ اس کا مطلب ہے ان کیفیات کی دکان ایک ہی ہے کوئی لمبا چوڑا بازار نہیں کوئی لمبے چوڑے سوداگر نہیں کوئی دوسری دکان نہیں جہاں بھاؤ تاؤ کرنا پڑے، ریٹ پوچھیں، یہاں سے پوچھیں، وہاں سے پوچھیں، کہاں سے سستی مل جائے گی۔ نہیں ایک ہی بارگاہ ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو
اور ملت احمد مرسل کو مقامی کرلو
جس طرف نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے اشارے ہوگئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہوگئے

اک نظر کی بات تھی کہ زمین خاک نشین خاک کے ذرے آسمانوں پر دمکنے لگے ستارے بن گئے، کیا سودا ملا اس دکان سے فرمایا "خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے" کسی بے راہ کا راہ پر واپس آنا بڑا کمال ہے لیکن کسی بے راہ کا راہنما بن جانا یہ معجزہ صرف محمد رسول ﷺ کا ہے "خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے"۔ تاریخ عالم کو دیکھئے روئے زمین کا نقشہ کھول کر اقوام عالم کی حالت دیکھئے اور اس نقشے میں رنگ بھرتے جایئے سارے خراب رنگ سارے خونی رنگ ساری تاریکیاں بالآخر جزیرہ نمائے عرب میں آخر جمع ہو جائیں گی، بہت ظلم ہوتے تھے۔ رومن ایمپائر میں بڑے ظلم ہوتے تھے، وسط ایشیا میں بڑے مظالم ہوتے تھے، چائنہ میں اس طرف نہیں جانا چاہتا جانا چاہوں تو بڑا لمبا سفر ہو جائے گا، بڑے مظالم ہوتے تھے سرزمین ہندوستان پر بڑی وحشی قومیں تھیں آسٹریلیا میں وحشی ترین لوگ بستے تھے مغرب جسے The wild west دا وائلڈ ویسٹ کہتے ہیں خود کہنے والے وائلڈ وائلڈ ویسٹ Wild wild west کہتے ہیں وحشی ترین لوگ لیکن یہ جزیرہ نمائے عرب اپنی مثال آپ تھا۔ اللہ کریم نے اسے دنیا کا مرکز بنایا ہے اور نقشے کے اعتبار سے بھی عین دنیا کے مرکز میں ہے پھر یہ لوگ ہر ملک جاتے تھے تجارت پیشہ لوگ تھے

جہاں جاتے تھے وہاں سے برائی لے آتے جزیرہ نمائے عرب میں روئے زمین کی ساری برائیاں بیک وقت جمع ہو گئی تھیں قاتل بھی تھے، چور بھی تھے، ڈاکو بھی تھے، مشرک بھی تھے، کافر بھی تھے، جادوگر بھی تھے، آگ کے پجاری بھی تھے، ستاروں کی پوجا کرنے والے بھی تھے، جتنی برائیاں زمین پر متفرق تھیں وہ آ کر جزیرہ نمائے عرب میں جمع ہو گئیں کہ شمس نبوت طلوع ہوا عجیب بات ہے کھال نہیں بدلی چہرہ نہیں بدلا قد نہیں بدلا وزن نہیں بدلا ہر چیز وہی ہے لیکن بندہ بدل گیا خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے۔ خود گمراہ تھے لیکن ایسے بدلے کہ ایک ربع صدی میں روئے زمین کو حق آشنا کر دیا 23 برس ربع صدی سے دو سال کم شمس نبوت کے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد تاریخ اٹھا کے دیکھئے تیس برسوں میں اسلامی ریاست سائبیریا سے افریقہ تک اور ہسپانیہ سے چین تک پھیل چکی تھی۔ تیس برسوں میں روئے زمین پہ انقلاب آ چکا تھا لانے والے کون تھے وہ "خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے" اور "کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا" مردہ زندہ کرنا بھی بہت بڑا معجزہ ہے لیکن مردوں کو مردے زندہ کرنے والا بنا دینا یہ معجزہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ بڑا معجزہ ہے عیسیٰؑ کا وہ پرانے مردے کی قبر پر کھڑے ہو کر کئی سال پرانی خستہ قبر پہ کہتے قم باذن اللہ صحیح سلامت وہ اٹھ کے کھڑا ہو جاتا زندہ ہو جاتا لیکن حضور اکرم ﷺ نے مردوں کو صرف زندہ نہیں کیا انہیں وہ حیات بخشی کہ وہ دوسرے مردوں کو زندہ کرنے والے بن گئے۔

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سارے علوم کے خزانے اسی ایک بارگاہ سے تقسیم ہوئے بے شمار علوم بے پناہ علوم جن کی کوئی حد نہیں اور مسلمان سارے علوم کی بنیاد ہیں۔ مغرب کی ترقی ان کتب کی مرہون منت ہے جو مسلمانوں کے آباؤ اجداد کی تھیں بعد کے مسلمانوں نے وہ رستہ چھوڑا اور مغرب نے ان سے وہ کتابیں چھینیں اور تبدیلیاں کر کے چیزیں ایجاد کیں پھر ان میں ترقی کرتے گئے جو موجد تھے ان کا نام پیچھے چلا گیا اور جنہوں نے انہیں بنایا اور ان میں کوئی تبدیلیاں کیں وہ موجد بن گئے یہ ان لوگوں کو پتہ ہے جو تاریخ سے واقف ہیں لیکن یہ کیسے ہوا بھئی بندہ کیسے بدل سکتا ہے؟ بندے کا لباس بدلوا دیں غریب ہے پھٹے پرانے کپڑوں والا ہے اسے قیمتی لباس پہنا دیں ٹھیک ہے، میلا کچیلا ہے آپ اسے اچھا صابن اچھا شیمپو ل کر نہلا دیں ٹھیک ہے ممکن ہے تیل کنگھی کر دیں اس کی حجامت بڑھی ہوئی ہے آپ ٹھیک کر دیں درست ہے ناخن بڑھے ہوئے ہیں کاٹ دیں سب کچھ ہو سکتا ہے ظاہر سارا تبدیل کرنا کوئی کمال نہیں کوئی مشکل نہیں لیکن اس کی سوچ بدل جائے اس کی خوشی اور غم کی کیفیت بدل جائے اس کا مزاج جو ہے اس کی خواہش بدل جائے پہلے کن باتوں پہ خوش ہوتا تھا اب کن باتوں پہ خوش ہوتا ہے وہ بالکل اس کے دوسری طرف 180 ڈگری دوسری طرف ہو کر خوش ہونے لگ جائے یعنی لوٹ کے خوش ہونے والا حلال کمائے اور لٹا کر خوش ہو کیسی عجیب بات ہے ایک لقمہ کے لئے لوگوں کی کئی گردنیں کاٹ کر ان سے لقمہ چھیننے والا خود بھوکا رہے اور مسافروں کو کھانا کھلائے یہ تبدیلی ہے یہ بہت مشکل ہے ظاہر ہے کہ تبدیلی لباس بدل دینا، پگڑی شاندار پہنا دینا، جوتا اچھا پہنا دینا، ہاتھ منہ دھلا دینا، یہ تو ممکن ہے ہوتا رہتا ہے بندہ اندر سے بدل جائے یہی مقصود ہے کہ بندہ جب اندر سے بدلتا ہے تب وہ مقصود پورا ہوتا ہے یہ محبوب خلق جو ہے فرما رہا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا محبت کے دعویدار و محبت کر کے دکھاؤ اندر سے بدلو اندر عشق کی بھٹی لگے اندر سے شعلے نکلیں اور سوائے میری رضا کے اور کسی اور چیز میں تمہاری رضا نہ رہے مزہ تو تب ہے۔ دو، دو لقمے پہ بک جانے والا در در پہ جبہ سائی کرنے والا امراء اور حکمرانوں کے در پہ امید لگانے والا در در سے مانگنے والا در در پہ جھکنے والا میری محبت کا دعویٰ کس منہ سے کرتا ہے۔ یہی محبت ہوتی ہے اسی کو عشق کہتے ہیں یہی ایمان ہے۔ ایمان ہے تو ایمان لا

کے دکھاؤ پتہ چلے یہ مومن ہے زمین پھٹ جائے آسمان پھٹ جائیں پہاڑ جل جائیں لیکن بندہ مومن اللہ کی رضا سے نہ ٹلے مزہ تو تب ہے۔ یہ کیا ہے کہ ایک ایک لقمے کے لئے بک جاؤ اور کہو ہم اللہ کے بندے ہیں اللہ کے طالب ہیں نہیں یہ بات نہیں ہے۔ یاد رکھو! یہ ایک دکان کبھی بند نہ ہوگی ہاں سیلز مین بدلتے رہتے ہیں دکان ایک ہے آج کوئی خادم ہے کل دوسرا ہے پرسوں تیسرا ہے اب اسی دکان سے دو چیزیں ملتی ہیں دونوں بہت قیمتی ہیں ارشادات رسول اللہ ﷺ جنہیں علم ظاہر کہتے ہیں۔ بہت قیمتی ہیں وہ لفظ جو محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلا وہ بہت قیمتی ہے علمائے حق نے اس کی حفاظت کا حق ادا کر دیا اور اسے آگے پہنچانے کا بھی حق ادا کر دیا، عمریں لگا دیں اور رات دن محنت کی اگر اتنی محنت دنیا میں کرتے تو وہ شائد دنیا کے امیر ترین لوگ ہوتے کوئی شائد کامیاب سیاستدان ہوتے شائد وزیر اعظم یا صدر ہوتے سب کچھ چھوڑ کر ایک ایک لفظ پر جانیں لٹا دیں اور اپنے حبیب ﷺ کے الفاظ دوسروں تک پہنچائے آپ ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل کی بلغو اعنی ولو آیۃ میرے سفیر بن جاؤ تمہارے پاس میرا ایک جملہ ہو تو وہ بھی میری طرف سے دوسری مخلوق کو پہنچاؤ ہر مومن میرا سفیر بن جائے گا اس کا حق علمائے ظواہر نے ادا کیا اور مسلمان علماء کا عالم اسلام کے علماء کا کام اللہ کی توفیق سے ہوا کوئی بندہ سوچ بھی نہیں سکتا جتنا کام انہوں نے عملاً کر کے دکھایا اور آج تک بحمد اللہ کر رہے ہیں بڑے حملے ہوئے علوم ظاہریہ پر۔ قرآن بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے سنا دیا اور قرآن کے الفاظ بھی حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنے حدیث بھی حضور اکرم ﷺ نے سنائی قرآن پر بھی حملے ہو رہے ہیں آج بھی ہو رہے ہیں اور چودہ صدیاں بیت گئیں یعنی ربع صدی پندرھویں بھی بیت گئی، کفر ٹکریں مار رہا ہے لیکن علماء حق ہر طرف اس قدر مستعد پہرے دار ہیں کہ کوئی زیر زبر اپنی جگہ سے ہلاتا ہے تو شور اٹھتا ہے کہ یہ غلط ہو رہا ہے اور یہ ایسے نہیں ایسے ہے کسی کی جرأت نہیں کہ پندرہ صدیوں میں سوا چودہ سو سال میں ایک نقطہ ایک زبر ایک زیر کوئی تبدیل کر دے علماء نے حق ادا کر دیا پہرہ داری کا اور آپ ﷺ کا ارشاد پہنچانے کا اور اگر علم ظاہر پہنچ جائے اور اس پر خلوص سے عمل نصیب ہو جائے تو یہی مقصود ہے۔ دیکھئے خلوص کی اہمیت ہر جگہ آ جاتی ہے خلوص نہ ہو تو عمل نہیں ہوتا اداکاری ہوتی ہے اور خلوص کا شعبہ الگ ہے اور یہ الفاظ و حروف میں تو ہوتا نہیں یہ تو ایک کیفیت ہے جہاں سے الفاظ و حروف کے انوارات کی بارش ہوئی وہیں سے خلوص کے خزانے بھی لٹائے گئے وہ بھی یہی دکان ہے جس طرح علماء ظواہر نے زندگیاں وقف کیں تعلیمات نبوی پہنچانے اور سنبھالنے پر علمائے ربانیین ان سے کئی گنا زیادہ محنت کر کے وہ کیفیات بانٹتے رہے جو حضور اکرم ﷺ نے بانٹی تھیں بات تب بنتی ہے جب وہ کیفیت بھی آئے اور علم ظاہر بھی آئے علم ظاہر بہت بڑی نعمت ہے نور ہی نور حضور کا ہر ارشاد لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس کے ساتھ پھر خلوص کی ضرورت ہے اور خلوص تو کیفیت ہے بات پہنچانا بڑی بات ہے لیکن کیفیات پہنچانا کار دارد ہے۔ مثلاً میں آپ کو پیغام دیتا ہوں آپ کو برطانیہ جانا ہے آپ کو امریکہ جانا ہے وہاں میرا عزیز ہوتا ہے اسے میرا یہ پیغام پہنچاؤ کسی کو بھی دے دوں پہنچا دے گا مجھے اس سے کتنی محبت ہے میں اس کے بغیر خود کو کتنا تنہا محسوس کرتا ہوں میں اسے کتنا اپنے قریب رکھنا چاہتا ہوں یہ کیفیات میں سے ایک کیفیت ہے کیا یہ کوئی پہنچائے گا؟ اسے محسوس کرا سکے گا؟ الفاظ ہی کہے گا جو بھی کہے گا کیفیات کے بارے بھی کہے گا تو الفاظ کہے گا کہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں تم سے بہت پیار کرتے ہیں تمہیں قریب رکھنا چاہتے ہیں، الفاظ ہی دے گا لیکن وہ کیفیات جو میرے دل میں ہیں اس تک کیسے پہنچے گی یہ کام کیا، علمائے ربانیین نے۔ انہوں نے کیفیات کے خزانے سمیٹے اور مخلوق پر لٹا دیئے ان کا جینا مرنا اٹھنا بیٹھنا اوڑھنا بچھونا رشتہ دوستی دشمنی سب کچھ یہی رہا اور زندگی بھر رہا کہ کیفیات کو بارگاہ رسالت پناہی

سے پائیں اور اللہ کی مخلوق تک پہنچائیں پیغام پہنچانا بھی کار دعوت ہے لیکن یار ذرا سوچ کے تو دیکھو کسی کو کسی پر غصہ آ گیا فلاں قابو آیا میں اسے یہ کر دوں گا تو اس کے الفاظ آپ پہنچا سکتے ہیں کہ بھئی صاحب یہ فرما رہے تھے لیکن صاحب کے دل میں کیفیتیں ہیں وہ تو آپ کے پاس نہیں نہ آپ آگے پہنچا سکتے ہیں یہ کمال کا شعبہ ہے اس نے تو مجھے حیران کر دیا بارگاہ رسالت سے بٹنے والی محبت والفت وعشق کی کیفیات کو ان لوگوں نے سمیٹا اور پتھر دل انسانوں کو محبت میں مبتلا کر دیا یہ کیا لوگ تھے کہ انہوں نے چشم عالم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا یہ کیا عجیب لوگ تھے اور یہ کتنی بڑی دولت ہے۔

لذت ایں مے نہ شناسی تا نچشی

یہ باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں یہ کرنے کی ہیں کرنے سے پتہ چلتا ہے۔

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازہ طوفان نہیں ہوتا

اور کسی نے یوں کہہ دیا۔

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں پس دیوار تجھے بھی

میں نے یہ شعر پڑھا۔ کرنل محبوب خان، اللہ ان کے درجات بلند کرے یہاں تشریف رکھتے تھے بزرگ آدمی تھے لیکن ان کا ادبی ذوق بہت بلند تھا ویسے مزاجاً بڑے سخت آدمی تھے عجیب بات ہے ادبی ذوق ان کا بہت بلند تھا کہنے لگے نہیں حضرت مزا نہیں آیا یہ دوسرا مصرعہ بدل دیں میں نے کہا بھئی کیسے بدل دوں کہنے لگے اس طرح کر دیں "روتا ہوا دیکھوں سرِ بازار تجھے بھی" یہ پس دیوار میں مزا نہیں۔ شعر تو یہ تھا۔

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں پسِ دیوار تجھے بھی

اب وہ بندہ جو بیٹھا تھا وہ عاشق الٰہی تھا کہہ رہا تھا کہ یہ کون سا عشق ہے جو پس دیوار آپ کررہے ہیں نہیں۔ حضرت اسے بدل دیں۔ کیا بدل دوں؟ کہنے لگے اسے یوں بدل دیں روتا ہوا دیکھوں سر بازار تجھے بھی۔ مخلوق میں کھڑا ہو کر نعرہ لگائے کہ میں عاشق صادق ہوں یہ کیا جب عشق کیا تو پھر چھپا چھپا کے چوری چوری کون روتا رہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ ہر ایک کو وہ کیفیات دیتا ہے۔ مختلف رنگ ہوتے ہیں۔

ہر گل را رنگ وبوئے دیگر است

ہر ایک کے مزاج کا اپنا اپنا رنگ ہوتا ہے ہر ایک کی محبت کا اپنا اپنا رنگ ہوتا ہے تو میں شائد آپ کا وقت زیادہ لے رہا ہوں موسم بارش شارش ہوئی آپ لوگوں نے سفر بھی کرنا ہے اپنی اپنی مجبوری آپ کی دوسری مجبوریاں ہیں مگر میری مجبوری ہے آپ لوگ جائیں گے لیکن آپ میرے دل میں ہیں دل کے باہر سے کہیں نہیں جایا کرتے جسم کیا ہے ان ذرات میں یہاں ہوئے تو کیا ہے وہاں ہوئے تو کیا ہے آتے جاتے رہتے ہیں جسم ایسے بھی تو تھے جو اس عالم سے گزر گئے کیا وہ ہمارے دل سے چلے گئے نہیں احباب کو تو موت نہیں چھین سکتی تو دنیا نے کیا چھیننا یہ لمبا قصہ ہے۔ "زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا، ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے"۔

تو میری اس ساری گزارش کا حاصل یہ ہے کہ یہ بہت قیمتی دولت ہے اللہ نے آپ کو اس کی توفیق ارزاں کی ہے تو اس پر زیادہ سے زیادہ محنت کریں اور یہ عجیب دولت ہے یہ لٹانے سے بڑھتی ہے تقسیم کرنے سے زیادہ بڑھتی ہے بانٹنے سے اس میں اضافہ ہوتا ہے اللہ کے دوسرے بندوں تک اسے پہنچایئے تو آپ کے دل میں زیادہ لطف موجیں لے گا زیادہ جذبات موجزن ہوں گے اگر اس جنون کو بڑھانا ہے تو اسے بانٹیے اور جو یہ حکم ہے رسالت مآب ﷺ کا کہ کیفیات کو حاصل کرنا بھی کار دارد ہے یہ الف ب ج نہیں کہ پڑھایا جا سکے علم ظاہر ظاہری حلیہ بدلتا ہے لیکن یہ کیفیات دل بدل دیتی ہیں طلب بدل دیتی ہیں آرزو بدل دیتی ہیں اور مشائخ عظام

نے زندگیاں لگا دیں علم ظاہر بندہ مرنے کے بعد نہیں پڑھاتا ایک کتاب کسی کو۔ اس فن کے اساتذہ قبروں میں بھی بیٹھے پڑھائے جا رہے ہیں سکھائے جا رہے ہیں یہ شعبہ ختم ہونے میں نہیں آتا ارے کبھی جذبہ عشق کی بھی انتہا ہوتی ہے کوئی محبتوں کی بھی حد ہوتی ہے کوئی کیفیات کی بھی Limits ہیں دنیا سے گزر گئے، جنازے ادا ہوئے، زیر زمین دفن ہو گئے، صدیاں بیت گئیں، کیفیات بانٹتے جا رہے ہیں۔ ہے نا عجیب شعبہ فارغ نہیں ہوئے لگے ہوئے ہیں اپنے کام میں پھر ہم ان چند روزہ زندگی میں کیسے فارغ ہو گئے۔ محبت سے کوئی فارغ نہیں ہوا کرتا کبھی سرد نہیں ہوا کرتا اور جو آتش بجھ جائے وہ آتش عشق نہیں ہوا کرتی سو اس درد کو سمیٹئے اس درد کو بانٹیے۔

یہ اس سورج کے ماہ و سال یہ گردش زمانہ یہ مرور زمانہ یہ اپنے اثرات رکھتی ہے یہ چکی کے پاٹ ہیں یہ پیس کے رکھ دیتی ہے یہ ایک ایسی مشین ہے جو دوستوں کو دوستوں سے دور پھینک دیتی ہے ماؤں سے بیٹے چھین لیتی ہے بیٹوں سے باپ چھین لیتی ہے بھائیوں سے بھائی جدا کر دیتی ہے یہ مرور زمانہ بڑی سخت شئے ہے اس کے مقابلے میں اگر کسی نے کھڑا رہنا ہے تو صرف عشق الٰہی ہے جو اس کی گردشوں کو پلٹ دیتا ہے اس کے اثرات کو لوٹا دیتا ہے زمانے فناء ہو جائیں گے عشاق فنا نہیں ہوں گے۔ موت آ کر گزر جاتی ہے لیکن ان کی دکانیں بند نہیں ہوتیں۔ مزارات سے بھی ان کی برکات اور انوارات برس رہے ہیں۔ نسبت اویسیہ تو حاصل ہی مشائخ سے روحانی طور پر ہو رہی ہے خیر بہر حال عمر کم اور یہ قصہ زیادہ لمبا ہے اسے بس کرتے ہیں جو ہوا سو ہوا میں رات دیکھ رہا تھا کہ ہم نے اس دفعہ روحانی بیعت پر بڑی پابندیاں لگائیں، کورس سخت کئے مجاہدے سخت کئے اس کے باوجود ان گنتی کے دنوں میں ستائیس مرد ایسے خوش نصیب تھے جنہیں دست حق پرست محمد رسول اللہ ﷺ پر بیعت نصیب ہوئی۔ بیعت روحانی میں روح بیعت کرنے والے کی حاضر ہوتی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کی شان یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں حیات تھے بعینہٖ اسی طرح برزخ میں حیات ہیں۔ حضور کے دست اقدس وہی ہوتے ہیں جو دنیا میں ہیں۔ خواتین میں بھی سات خوش نصیب ایسی تھیں کہ ان سخت پابندیوں میں محنت مجاہدے کے باوجود انہوں نے بھی یہ برکت حاصل کی گویا 34 دن تھے 34 مرد و خواتین کو روحانی بیعت نصیب ہوئی۔ بات کرو تو لوگ کہیں گے پاگل ہے بیوقوف ہے نبی کریم ﷺ نے پہلے فرمایا تھا کہ مزہ تب ہے کہ لوگ کہیں پاگل ہے ذکر کا مزہ تب ہے کہ لوگ کہیں پاگل ہے لوگ ہمیں پاگل کہتے ہیں ہمیں لوگوں پہ بڑا رحم آتا ہے یا اللہ یہ درد انہیں بھی دے دے اور ہم کیا کر سکتے ہیں اور یہی درد آپ کے دنیا کے دکھوں کا علاج بھی ہے اگر حضور اکرم ﷺ کا اتباع کریں گے تو یہ طوفان تھم جائیں گے بارش ابر رحمت بن جائے گی حضور اکرم ﷺ کا اتباع کریں گے تو دہشت گردی رک جائے گی ایک دوسرے سے دشمنی نہیں محبت ہو جائے گی حضور اکرم ﷺ کا اتباع کریں گے تو قحط سالیاں نہیں ہوں گی اللہ رحم فرمائے گا حضور ﷺ کا اتباع کریں گے تو اولاد نافرمان نہیں ہوگی اطاعت شعار ہوگی لیکن کیا کریں ہمارے سارے دانشور سارا رات دن ہمارے ذرائع ابلاغ پر شور کرتے رہتے ہیں کہ یہ نہیں ہونا چاہیے لیکن یہ علاج نہیں اس طرف نہیں آتے اور بہت سے علاج تجویز کرتے ہیں میں حیران ہوں اللہ کا نام نہیں لیتے اللہ کے رسول ﷺ کا نام نہیں لیتے اتباع رسول ﷺ کی بات کوئی نہیں کرتا کہ یار یہ کر لو تو یہ سدھر جائے گا یہ کوئی نہیں کرتا بہر حال ہم سب کے لئے دعا کر سکتے ہیں نیک تمنائیں رکھ سکتے ہیں اور ایک بات جو میں ضرور کہنا چاہتا ہوں دین جو ایک بڑا نازک رشتہ ہے چھوٹی چھوٹی باتوں سے اس میں بال آ جاتا ہے اور دلی رشتوں میں بال آ جائے تو پھر وہ جاتا نہیں الفت کے رشتے بڑے نازک ہوتے ہیں وہ کسی نے کہا تھا

رشتہ الفت کو ظالم یوں نہ بے دردی سے توڑ
جڑ تو پھر یہ جائے گا لیکن گرہ رہ جائے گی

پھر وہ مزہ نہیں آئے گا پھر گرہ آ جائے گی دین کے نام پر عبادت کے نام پر کوئی نئی بات کی جائے یہ خلاف دین ہے اس سے بچنا چاہیے کوئی عمل جسے باعث ثواب سمجھا جائے اور شریعت سے وہ بات ثابت نہ ہو تو یہ بدعت ہوتی ہے اور فرمایا کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار او کما قال رسول اللہ ﷺ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام دوزخ اور آگ ہے ہمارے ہاں ایک رواج بن گیا ہے کہ جب دینی اجتماعات ہوتے ہیں تو ان اجتماعات میں لوگ کم جاتے ہیں کہیں عرس کے نام پہ جو بھی کرتے ہیں اودھم مچاتے ہیں ڈھول بجاتے ہیں اچھل کود کرتے ہیں لیکن اسے سمجھتے ہیں ہم کام دینی کر رہے ہیں تو بہت لوگ جاتے ہیں لیکن بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو دعا کے منتظر رہتے ہیں ہم دعا میں شامل ہو جائیں گے تبلیغی جماعت کے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں، سالانہ بھی اور ماہانہ بھی، چلوں کے بھی۔ بہت سے لوگ جاتے ہیں لیکن بے شمار لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس انتظار میں ہوتے ہیں دعا کب ہے اس میں شامل ہو جائیں گے ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ دعا کے روز ہمیں وہ سب کچھ مل جائے گا جو یہ لوگ پہلے حاصل کر چکے ہیں اب یہ چونکہ مستقل رسم بنتی جا رہی ہے اور اسے ثواب بھی سمجھا جاتا ہے تو یہ ایک بدعت ہے۔

دعا کیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے او کما قال رسول اللہ ﷺ ساری عبادت کا حاصل ہی دعا ہے لیکن عبادت کا حاصل ہے نا۔ عبادت کی جائے تو دعا حاصل عبادت ہے عبادت ہی نہ کی جائے تو حاصل کہاں سے آئے گا۔ چالیس دن کا پروگرام رہا اور جس کو دو دن بھی فرصت نہیں ملی تو وہ کہے کہ میں دعا میں شامل ہوں گا تو میرا بھی دل بدل جائے گا تو اس نے عبادت تو کی ہی نہیں تو عبادت کا مغز کہاں سے آئے گا بادام کا مغز بہت اچھا ہے مگر بادام ہو چھلکا توڑیں تو مغز ہو گا بادام ہی آپ کے پاس نہیں تو آپ کہیں مجھے مغز مل جائے کیسے مل جائے گا۔ محنت ہی نہیں کی صرف دعا میں شامل ہونے کو آ گئے تو کیا ملے گا پھر بھی ثواب ملے گا ٹھیک ہے تو ثواب تو آپ کو گھر میں بھی مل جاتا ہے یہاں سے ثواب لے کر نہ جاؤ درد لے کر جاؤ جو کہیں نہیں ملتا اور درد چوٹ کھانے سے ملتا ہے بھئی اس لئے میری گزارش یہ ہے بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کو پانے کے لئے محنت کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے اور یہ پہلی بار ہوا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے یہ شرف بخشا ہے کہ لوگوں کو دنیا سے نہیں روکا ہر بندے سے کہا کہ اپنا کام کرو، پیٹ بھر کے کھاؤ، اچھا کھاؤ، لیکن حلال کھاؤ۔ اچھا کپڑا پہنو جائز آمدن سے پہنو، اپنا دنیا کا ڈٹ کر کام کرو لیکن شریعت کے خلاف نہ کرو اور پھر اللہ اللہ کرو۔ نور باطن بھی پاؤ یہ تاریخ تصوف میں پہلی بار ہوا ہے یہ بھی تاریخ تصوف میں پہلی بار ہے کہ ہر آنے والے کو کم از کم قلبی ذکر تو نصیب ہو جائے یہ کم از کم ہے لیکن یہ سب کرنے کی باتیں ہیں نا ساتھیوں کو کام بھی تھے آئے ایک رات ٹھہرے دو دن ٹھہرے چلے گئے پھر موقع ملا چند لمحوں کے لئے آئے اب دعا کے لئے آئے ان کا حق بنتا ہے کچھ تو کیا انہوں نے۔ اب جو لوگ اس انتظار میں رہے کہ جی یہ تو مشکل ہے وہاں کون دریوں پہ لیٹے اور لنگر کی دال کھائے اور اتنی مخلوق میں دھکے کھائے بھیڑ بھاڑ میں تو خیر ہے دعاؤں میں شامل ہو جائیں گے ہمیں سب کچھ وہ مل جائے گا جو انہیں ملا ہے بھئی کیسے مل جائے گا میاں وہ درد، وہ لذت، وہ لطف، وہ باتیں وہ کہاں ملیں گی تو بہر حال میری گزارش یہ ہے کہ دعا عبادت کا حاصل ہے لیکن اسے رسم نہ بننے دیں کم از کم اپنے اجتماع پہ یہ بات نہ پھیلنے دو کہ جی ہم بھی دعا میں شامل ہو جائیں گے جو آ نہیں سکتے ان کے Message آ رہے ہیں دعا میں مجھے شامل کر لیں۔ کیوں؟ تمہیں دعا میں شامل کر لوں، راتوں کو ہم جاگیں دعا میں تمہیں شامل کر لیں کیوں کیا دیا ہوا ہے تو نے۔ میاں خود جاگو تو جاگنے کی لذت کا پتہ چلے گا۔ کبھی کھانے کے لئے کسی کو کہا ہے کہ مجھ سے تکلیف

نہیں ہوتی تم کھالو میرے لئے دعا کر دینا میرا پیٹ بھر جائے گا۔ دنیا کے معاملے میں تو سیانے ہو کہتے ہو خود نہ کریں تو کیسے ہوگا دین کے معاملے میں دعاؤں پہ رہ گئے ہو کہ مجھ سے تو عمل ہوتا نہیں دعا میں مجھے بھی شامل کرلیں۔ میاں ایسی محبتیں جھوٹی محبتیں ہم سے نہیں ہوتیں۔ عمومی دعا روز کرتے ہیں سب کے لئے کرتے ہیں کسی کے لئے خاص نہیں کرتے سب کے لئے کرتے ہیں جو ہم سے دشمنی کرتا ہے ہم ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں ہم زندہ کافروں کے لئے بھی دعا کرتے ہیں اے اللہ تو قادر ہے انہیں ہدایت دے دے جو ملک پر ظلم کرتے ہیں ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں اے اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے دے انہیں عادل بنا دے ہم کس کے لئے دعا نہیں کرتے لیکن ہم کسی خاص کے لئے دعا نہیں کرتے کہ فلاں کا نام لے کر فلاں کی بیٹی فلاں کا بیٹا فلاں کا بھائی وہ بیچارہ تیرے در پہ تو نہیں آسکا اور اس کے پاس ایک دن کی بھی فرصت نہیں تھی چونکہ ایک دفعہ فارغ ہو کے تیرے ہی پاس آجانا ہے پھر بیٹھا رہے گا اس وقت وہ فارغ نہیں ہے یہی بات ہوئی نا میرے بھائی یہ نہیں ہوتا دعا بھی ایک کیفیت ہے ایک دلی آرزو ہے اور کیفیتیں تو حاصل کرنے سے حاصل ہوتی ہیں کہنے سے تو حاصل نہیں ہوتیں۔ دنیا کے معاملے میں سارے سیانے ہیں کسی کو کہو تو دو دیہاڑیاں نہ لگا یار ہم دعا کریں گے تجھے تنخواہ پوری مل جائے وہ کہتا ہے کہ جانے دیجئے تنخواہ میری کٹے گی آپ کی دعا کا کیا جاتا ہے؟ دین کے معاملے میں آپ نے کیسے سوچ لیا کہ عملاً حصہ نہ لو۔ اور دعا کروالو دعا کو رسم بنالو یہ ایک نئی بدعت بن گئی ہے جو خلاف سنت ہے دعا کرنا ایک بہترین عبادت ہے لیکن دعا ہوتی ہے عمل کے بعد دعا ہے آپ نے محنت مزدوری کی آپ نے کمایا آپ نے غلہ خریدا آپ نے پیسا آپ نے آٹا گوندھا آپ نے روٹی پکائی آپ نے بیٹھ کر کھائی دعا کی یا اللہ اسے میرے لئے صحت اور سلامتی کا سبب بنا میرے لئے اسے نیکی کی توفیق کا سبب بنا دعا ہوگئی اب ایک بندے نے کام بھی نہیں کیا روٹی بھی نہیں پکائی کھائی بھی نہیں بیٹھ کے دعا کرتا ہے یا اللہ میرا پیٹ بھر دے کافی ہے وہ بے نیاز فرمائے گا جو سلیقہ میں نے بتایا تو اس کے خلاف کرتا ہے اور مجھ سے امید رکھتا ہے کہ تیرا پیٹ بھر جائے گا۔ میرے حکم کی مخالفت کر کے مجھ سے امیدیں وابستہ کرتا ہے دعا عبادت کا حاصل ہے لیکن بعض اوقات گستاخی ہو جاتی ہے ایک بندہ جائز طریقے سے شادی نہیں کرتا نکاح نہیں کرتا دعا مانگے جا رہا ہے یا اللہ مجھے صاحب اولاد کر دے تو یہ دعا نہیں یہ گستاخی ہے دعا پہ ضرور آؤ، زیادہ سے زیادہ آؤ۔ مجھ سے ایکٹنگ نہیں ہوتی کہ میں تمہارے لئے لمبی اور رو رو کر دعائیں کروں۔ مجھ سے نہیں ہوتی اداکاری۔ میں وہی کروں گا جو میں روز کرتا ہوں مجھ سے نہیں ہوتی کہ جی ہم نے بڑی رو رو کے دعائیں کیں روتے رہو بھائی ہم سے یہ جھوٹا رونا نہیں رویا جاتا کون دنیا کے لئے روتا رہے کون لوگوں کو دکھانے کے لئے چیخیں مارتا رہے وہ دلوں کے حال جانتا ہے اس کی راہ میں جو آنسو نکلتے ہیں وہ اس کی دی ہوئی کیفیت سے نکلتے ہیں وہ خود چاہتا ہے نکلتے ہیں نہیں چاہتا تو نہیں نکلتے تو میرے بھائی ہم سے یہ دکھاوے نہیں ہوتے کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے لمبی لمبی دعائیں کروں۔ چلو نہیں آسکے تو خیر ہے دعا پہ آجانا۔ کوئی خیر نہیں ہے۔ جو آئے گا وہ پائے گا جو سوئے گا وہ کھوئے گا میاں یہاں تو عمل کی بات ہے اور وہ دولت الحمد للہ بٹ رہی ہے جو اس وقت شاید کہیں نہ مل سکے اور اگر ملی بھی تو یوں ڈھیروں نہیں ملے گی تجربہ کر کے دیکھ لو دنیا میں پھر کے دیکھ لو۔ بڑے بڑے نام ہیں بڑے بڑے خانوادے ہیں بڑی بڑی گدیاں ہیں پھر کے دیکھ لو تلاش کر لو۔ سو میرے بھائی کچھ وقت نکالو کچھ راتیں جاگو چوٹ کھاؤ کچھ کرو تھوڑا کر کے زیادہ پالو گے لیکن کچھ کرو تو سہی۔ کچھ نہ کر کے مانگنا تو عجیب سا لگتا ہے بہر حال دعا تو سب کے لئے ہمیشہ کرتے ہیں۔ اللہ کریم مہربانی فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسلامی تصوف

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ① الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ② مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ③ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ④ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ⑤ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ⑦

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جس قدر آسمانی کتابیں انبیاءؑ پر نازل ہوئیں ان تمام کتب وصحائف کا خلاصہ مضمون تورات انجیل اور زبور میں آ گیا تھا اور ان تینوں کا خلاصہ قرآن کریم میں آ گیا ہے جو تمام سابقہ کتب وصحائف منزل من اللہ کا مہیمن ہے۔ اور پورے قرآن کا خلاصہ سورۂ بقرہ میں ہے اسی بناء پر علمائے امت کا یہ معمول رہا ہے کہ تفسیر بیضاوی سورۃ بقرہ تک سبقاً پڑھاتے چلے آئے ہیں کہ سورۃ بقرہ کا اگر کامل استاد پڑھانے والا ہو تو قرآن مجید کے جملہ مطالب کو حل کر دے گا۔

سورۂ بقرہ کا خلاصہ مفہوم سورۂ فاتحہ میں ہے اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور آیہ مبارک بسم اللہ کا خلاصہ صرف لفظ بسم کی با میں آ جاتا ہے چونکہ لفظ با تلبس کے لئے ہے نحویوں کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے خدا سے تعلق پکڑنا، خدا تعالیٰ سے جڑ جانا، چنگل لگانا۔ خدا اور خدا والا بن جانا، معلوم ہوا کہ تمام انبیاءؑ کی بعثت اور آسمانی کتب کے نزول کا اہم فالاہم مقصد یہی ہے کہ غیر اللہ سے انقطاع اور وصول الی الحق حاصل ہو، یعنی غیروں سے منقطع ہو کر اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔

تمام محققین صوفیہ کا اتفاق ہے کہ تصوف وسلوک کے حصول کے لئے صرف دو قدموں کی ضرورت ہے۔

اول:۔ انقطاع عن الخلق

دوم:۔ وصول الی الحق

ہاں مُبتدی کے لئے یہ انقطاع مشکل ہے مگر مُبتدی کے لئے بھی چار باتیں ضروری ہیں جیسا کہ سورۃ مزمل میں مذکور ہیں اور مُبتدی و منتہی دونوں کے احکامات کو شامل ہیں۔ فرمایا:

(اوّل) یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ

(دوم) وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

(سوم) وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّكَ یعنی ذکر اسم الذات

(چہارم) لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَکِیْلًا۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ میں رات کے تخلیہ کا بیان ہے یعنی اذکار کے لئے تخلیہ ضروری ہے لفظ مزمل سے چادر لپیٹ لینے کی

جانب اشارہ ہے اگر روشنی وغیرہ انتشار خیالات کا سبب ہو تو چونکہ یکسوئی کے لئے آنکھوں کا بند کرنا ضروری ہے ہر چند کہ رات کو روشنی تو نہیں ہوتی تاہم خیالات کو اِدھر اُدھر سے بھٹکنے سے روکنے کے لئے اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے چادر کا لپیٹ لینا، آنکھوں کا بند کرنا، زبان کا بند کرنا ضروری ہے۔ کان، آنکھ اور زبان کی وہ نالیاں ہیں جو گندے پانی یعنی خیالات فاسدہ اور پریشان باتوں کو صاف دودھ کے حوض یعنی دل میں جا داخل کرتی ہیں۔ صوفی کامل اس کے دل کے حوض میں ذکر الٰہی کی مشین لگا کر اس حوض کی زمین سے صاف شفاف پانی نکالنا چاہتا ہے جو انوار و تجلیات ہیں جن کو صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ مشاہدات کہتے ہیں اسی کو کشف کہا جاتا ہے اور کشف و مشاہدہ ذکر الٰہی اور اعمال صالحہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے کہ کشف و الہام اور کرامات صالحہ ذکر الٰہی کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں ذکر قلبی اعمال قلب میں سے ہے۔

اگر کوئی شخص کشف، الہام، کرامات کا انکار کرتا ہے تو وہ صرف ان کا ہی انکار نہیں کرتا بلکہ امت محمدیہ علٰی الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر اس نے سنگین حملہ کیا، گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ امت محمدیہؐ میں کوئی صالح، نیک متقی اعمال صالحہ والا آدمی ہی نہیں ہے۔ (العیاذ باللہ) سب بداعمالوں کی بھیڑ ہے۔

دوم: رات کو اٹھ کر نفل تہجد کا پڑھنا جیسا کہ قُمِ الَّیْلَ سے واضح ہے۔

سوم: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ۔

چہارم: نفی اثبات جیسا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے واضح ہے۔ ذکر لسانی ممد و معاون ہے ذکر قلبی کا، اور یہ وسیلہ اور ذریعہ ہے ذکر قلبی باطنی (روحانی) کا، ان مذکورہ اعمال کا عامل مُبتدی، یعنی مُبتدی صوفی ہے۔

اور منتہی صوفی کا ذکر وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اور وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا۔ میں ہے چونکہ مُبتدی کو اکثر صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ ذکر لسانی ہی بتایا کرتے ہیں جیسا کہ سلسلہ چشتیہ کے حضرات رحمۃ اللہ علیہ اور منتہی واصل باللہ کا ذکر آیت مذکورہ کے ان تین جملوں میں ہے، اسی میں دو مزید حکم بیان فرمائے یعنی یہ کہ جو خدشہ دل میں اضطراب پیدا کرتا تھا کہ تَبَتَّلْ تو تمام کنبہ برادری سے کلی طور پر بائیکاٹ ہو جائے گا پھر انسانی گزر اوقات کس طرح ہوگی۔ تلاش معاش، دُکھ، بیماریاں، حوادث اور مصائب بھی آتے ہیں تو اوّل خود جواب دیا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ زمین و آسمان میرے ہیں اور مخلوق میری ہے فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا، کارساز صرف مجھے ہی سمجھو یہ مذکورہ چیزیں میری مخلوق ہیں جب آپ ان سے تعلق ظاہری توڑ دیں گے تو میں خود تم کو سنبھال لوں گا انہی کو تمہارا خادم بنا دوں گا تم بس میرے ہو جاؤ۔

تو ہم گردن از حُکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زحُکم تو، ہیچ

تبتّل کا معنی مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے خلوص کیا ہے اور صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف نام ہی خلوص کا رکھا ہے۔

تعریف خلوص: هُوَ تَجْرِيْدُ قَصْدِ التَّقَرُّبِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِالطَّاعَةِ مِنْ نَفْعِ الدُّنْيَا۔

قرب الٰہی اور تقرب الی اللہ کو دنیا کے نفع و غرض سے بالکل پاک رکھنا۔

مگر صوفیہ محققین کے نزدیک تبتّل سے مراد تبتّل روحانی و قلبی ہے نہ کہ جسمانی و بدنی، كُنْ فِى الظَّاهِرِ جِسْمَانِيًّا وَفِى الْبَاطِنِ رُوْحَانِيًّا۔ ظاہر جسمانی بدنی ہو اور ظاہری تعلق مخلوق سے ہو، بال بچے، زمین جائیداد، یار دوست، دکان، مکان، تجارت وغیرہ سے یہ تعلق

حفاظت کا ہو، عبادت کا نہ ہو۔ عبادت کا تعلق صرف رب کریم سے ہو، اللہ والوں کو دنیا کی کوئی چیز ذکر الٰہی نماز اور عبادت سے مانع نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم رجال اللہ کی تعریف میں فرماتا ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ۔

رجال اللہ (مردانِ خدا) کو کوئی تجارت بیع شراء ذکر الٰہی سے قیام نماز سے اور زکوٰۃ دینے سے مانع نہیں۔ یعنی جن کو دنیا خدا سے دور کر دیتی ہے وہ مرد نہیں، مردانِ خدا پر دنیا کا جادو نہیں چلتا، آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا وہ چیز ہے جو خدا سے وذکر خدا سے وقیام نماز وادائے زکوٰۃ وغیرہ سے مانع ہو، روک دے، وہ دنیا ہے نہ مال وغیرہ، جو چیز ذکر الٰہی سے مانع ہو وہ دنیا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چیست دنیا و لباس دنیوی
از خدا غافل شدن اے مولوی
چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے لباس و نقرہ و فرزند و زن

دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا، لباس، بیوی، بچہ، مال و دولت دنیا نہیں اگر خدا سے غافل نہ کرے، دوسرے حکم میں فرمایا کہ تمہیں رہنا تو لوگوں میں ہی ہے اس لئے خلوت اختیار کرنا چاہیے کیونکہ عوام الناس تو اہل اللہ کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں، تجربہ شاہد ہے کہ ذکر خدا سے عموماً لوگ دشمن ہو ہی جاتے ہیں دنیا میں انبیاءؑ سے بھی اور اولیاء اللہ سے بھی یہی سلوک ہوا ہے تو فرمایا: وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان میں رہنا ہے تو ان کی ایذا پر صبر کریں۔

بیا ہمچناں زندگانی کنیم
جفا بینیم و مہربانی کنیم

آؤ اس طرح سے زندگی بسر کریں کہ مخلوق سے ایذاء سنیں اور ظلم دیکھیں مگر ان پر مہربانی کریں۔

قال النبی ﷺ المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم۔

فرمان رسول اکرم ﷺ ہے کہ وہ مومن اچھا ہے جو لوگوں میں زندگی بسر کرتا ہے اور ان کے ایذا پر صبر کرتا ہے، اُس سے جو نہ ان میں سکونت رکھنا چاہتا ہے اور نہ ان کے ایذا پر صبر کرنا چاہتا ہے۔

آگے فرمایا اگر ان سے الگ رہ کر خلوت میں زندگی بسر کرنا چاہو تو وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا پھر ان کو اچھے طریقے سے چھوڑ دو، بُرا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں، اللہ سے تعلق قائم کر کے مخلوق سے تعلق توڑ دو اچھے طریقے سے، یہ درجہ منتہی کا ہے۔ اس میں درجہ تفویض کی طرف اشارہ ہے۔ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا سے یہی ثابت ہوتا ہے اور تَبَتَّلْ اور وَاهْجُرْهُمْ سے درجہ "افراد" کا ثابت ہوتا ہے۔ قطب ترقی کر کے غوث بنتا ہے، غوث ترقی کر کے فرد بنتا ہے، فرد ترقی کر کے قطب وحدت بنتا ہے، یہ مراتب آیت کے ان ٹکڑوں سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہی مرتبہ انتہائی بسم اللہ کی با سے ظاہر ہوتا ہے اور قرآن مجید کی اکثر آیات اس پر دال ہیں مگر سمجھ اپنی اپنی ہے، اسی سے منزل فناء و بقاء ثابت ہوتی ہے، جملہ مخلوق سے فانی ہوا اس سے کٹ گیا بدن کو ختم کیا (یعنی خواہشات نفسانی کو رضائے باری پر قربان کر دیا) یہ ہے منزل فنافی اللہ کی اور جب اس سے جڑ گیا اس سے تعلق کلی قائم کر لیا تو یہ ہے منزل بقاء باللہ کی۔

قرآن کریم کی آیات سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ خلوت وتخلیہ کو اختیار کرنا جائز ہے مگر افضلیت اس میں ہے کہ آدمی لوگوں میں

رہے اور ان کی خدمت دینی کرے ان کے ایذاء پر صبر سے کام لیوے، نقل ہے کہ کوئی بادشاہ کسی ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ترک تخت شاہی چاہتا ہوں کہ علیحدہ ہو کر خدا کو یاد کروں اور دنیا کے یہ جھنجھٹ چھوڑ دوں تو اس عارف باللہ ولی اللہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں بلکہ تخت شاہی پر رہ کر کام کرو۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ و دلق نیست
تو برتخت سلطانی خویش باش
باخلاق پاکیزہ درویش باش
بصدق ارادت میاں بستہ دار
زطاعات دعویٰ زباں بستہ دار
قدم باید اندر طریقت نہ دَم
کہ اصلے نہ دارد دم بے قدم

تصوف اور فقیری سوائے خدمت خلق کے اور کچھ نہیں ہے۔ فقیری صرف تسبیح پڑھنے، مصلی اور گودڑی میں نہیں ہے تم اپنے تختِ شاہی پر رہ کر اخلاق پاکیزہ رکھ کر درویش بنو، سچے ارادہ سے کمر بستہ ہو اور زبانی دعوؤں سے زبان کو بند رکھو کہ فقیری میں فقیر کو راسخ القدم ہونا ضروری ہے نہ کہ دم مارنا۔ بغیر راسخ القدم ہونے کے زبانی دعویٰ کرنا اصلیت نہیں رکھتا۔

رہا توکل اور ترک اسباب کا مسئلہ تو اسباب تین قسم ہوتے ہیں۔

اول: کا ترک کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

دوم: کا ترک کرنا یا نہ کرنا حالات پر موقوف ہوگا۔ حالات اجازت دیں تو ترک اولیٰ ہوگا اگر حالات اجازت نہ دیں تو ترک اسباب ناجائز ہوگا۔

سوم: اسباب کا ترک اولیٰ ہوگا۔

اول وہ ہیں جیسے پانی، روٹی وغیرہ کہ بھوک پیاس بجھانے کا ذریعہ ہیں یعنی (اسباب ضروریہ) دوم جیسے طبی علاج معالجہ کرنا، سوم جیسے سنگی لگانا، ڈم لگانا، خون نکالنا وغیرہ۔ اوّل سبب قطعی ویقینی ہے جس کا ترک ناجائز ہے، دوم ظنی ہے جس کو حالات پر چھوڑا جاتا ہے، سوم وہمی ہے۔

چونکہ عادت خداوندی جاری ہے کہ اسباب سے مُسببات مربوط ہوتے ہیں سبب پایا گیا تو مسبب پایا جائے گا بعد سبب مسبب مترتب ہوتا ہے اصل توکل یہ ہے کہ سبب پر نگاہ نہ ہو۔ کامل وہ ہے جو سبب پر نگاہ نہ رکھے مسبب پر نگاہ رکھے اور یہ امر ظاہر وباہر ہے کہ خلوت میں عبادت کرنا باوجود کامل واکمل ہونے کے عبادت قاصرہ میں داخل ہے اور لوگوں میں سکونت پذیر ہو کر ان کو فائدہ پہنچانا یہ عبادت متعدی ہے۔

سوال: جب قرآن مجید میں صاف اعلان فرمایا کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ (میرے بندوں پر ابلیس کو کوئی تسلط نہیں ہے) تو پھر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کیوں پڑھی جاتی ہے خاص کر صلحاء امت کو اس کی کیا ضرورت ہے؟

الجواب: دو وجہ سے پڑھی جاتی ہے اول یہ کہ حکم خداوندی ہے اس کی تعمیل اطاعت ہے اور اس پر اجر وثواب ہے، کسی ولی اللہ نے ابلیس کو دیکھا تو اعوذ باللہ پڑھی اور فرمایا کہ میں تمہارے ڈر سے اعوذ باللہ نہیں پڑھ رہا بلکہ حکم خداوندی سے پڑھ رہا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صوفی صافی کا دل غیر اللہ سے خالی ہوجائے ملجا و ماویٰ صرف خدا ہی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ تک توحید باری

تعالیٰ کا بیان ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں قیامت کا، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تک ہر قسم کے احکام بیان ہوئے اور اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں رسالت و خلافت نبوت بیان ہوئی اور مُنْعِمْ عَلَيْهِمْ بیان ہوئے جو چار طبقہ ہیں ان چاروں میں اول سرفہرست حضرات انبیاءؑ ہیں اور احکام خداوندی کے ماننے والے گروہ کا ذکر ہے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک احکام الٰہی کو نہ ماننے والے دو گروہوں کا ذکر فرمایا:

اس سورت میں اولین آیات میں اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ صفات بیان فرمائے گئے ہیں (۱) ربوبیت (۲) الوہیت (۳) رحمانیت (۴) رحمیّت (۵) مالکیت۔ اوراس کے بعد بندہ کے صفات کا ذکر ہے (۱) عبادت (۲) عبدیت (۳) طلب استقامت (۴) طلب ہدایت (۵) طلب نعمت۔ فرمایا انسان اگر میری ذات کو معظم جان کر میری تعریف کرے تو میری ذات بہت بڑی ذات ہے۔ میں اللہ ہوں۔ جیسا کہ الحمدللہ سے ظاہر ہے۔

(۲) اگر انسان میری صفت اور مدح وثنا بوجہ احسان کے کریں تو میں ہی تمام مخلوق کا محسن ومربی ہوں جیسا کہ رب العالمین سے ظاہر ہے۔

(۳) اور اگر میری مدح وثنا بوجہ خوف کے کریں تو میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہوں۔

مدح وثنائے باری کے مضمون کے بعد آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں انسان کی خدمت واطاعت اور عبدیت کا اظہار ہے چونکہ عبادت مع سعادت وہ ہے کہ جس سے دل میں انوار پیدا ہو کر دل کو روشن ومنور کردیں اور یہ بغیر استعانت وامداد وتوفیق کے مشکل ہے اس وجہ سے انسان کو تعلیم فرمائی کہ ہر عبادت وعمل میں مجھ سے امداد واستعانت طلب کیا کرے۔

جب عارف ان عبادات بمعہ سعادات سے ترقی کر کے آگے قدم رکھتا ہے اور باب مشاہدات ومکاشفات کھل جاتا ہے (جس کا کھلنا بغیر توفیق باری کے مشکل تھا) اس بناء پر اول خدا سے طلب استعانت کی اور آگے بیان فرمایا:

کہ حصول مشاہدات ومکاشفات بغیر شیخ کامل واکمل سے وابستہ ہوئے محال ہے ان مشاہدات کے حصول کے لئے طلب شیخ کامل اشد ضروری ہے چونکہ یہ راستہ پُرخطر ہے اس میں بڑے سخت مقام آتے ہیں یہاں مسافر (سالک) کو شیخ کامل کا دامن تھام کر بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنا پڑتا ہے مگر یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس راہ میں مَیں جس کو اپنا ہادی ورہبر سمجھ کر اس کا ہاتھ پکڑ رہا ہوں یہ خود بھی اس راہ سے واقف ہے یا نہیں۔ صرف زبانی جمع خرچ اور لفاظی ہی تو نہیں یا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر ایک بورڈ لگا رکھا ہے۔

چونکہ اس سفر میں رفیق سفر اور راہبر کی ضرورت ہے طالب کی مثال ایک ایسے مسافر کی ہے جو راہ کے پیچ وخم سے واقف نہیں۔ یہاں زندگی کے ماہ وسال فرسنگ ومیل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر سانس ایک قدم کی صورت ہے عبادت اس میں چلنا ہے اور مقصود حصول رضائے الٰہی اور واصل باللہ ہونا ہے اور بتایا کہ راہ حقیقت کی تلاش میں کہ مقصد اول شیخ کامل کی جُستجو ہے جب اس کے لئے چلو تو اول دعا و طلب کرو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کیونکہ سفر میں کئی راستے نظر آتے ہیں جہاں منعم علیھم کا راستہ ہے وہاں مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور الضَّآلِّيْنَ کی بھی راہیں ہیں اور یہ بڑا پُرخطر مقام ہے کہ انسان کہیں بھٹک کر گمراہ نہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ کسی غلطی سے غلط راہ کو اختیار کر لیا اور اس

سے محبت پختہ ہوگئی اور مجلس وصُحبت کے رسوخ کے بعد جدا ہونا مشکل ہوتا ہے اس کی صُحبت کا اثر ہوگا۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر،
تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
کار مرداں روشنی و گرمی است
کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

بہت سے ابلیس، آدم رو یعنی انسانی شکل میں پھرتے ہیں لہٰذا ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے چونکہ شکاری ہمیشہ شکار پکڑنے کے لئے سیٹی بجاتا ہے تا کہ وہ مکار اور فریبی، پرندوں کو فریب دے کر پکڑ لے، عارف مردوں کا کام ہے روشنی اور گرمی پیدا کرنا اور کمینوں کا کام ہے حیلہ ومکر وفریب اور بے شرمی سے انسانوں کو اپنے پھندے میں جکڑ لینا۔

کار مرداں روشنی و گرمی است

روشنی سے مراد علم ظاہری ہے اور گرمی سے مراد علم باطنی ہے۔

اس وجہ سے سالک عارف طالب کو بتایا کہ طلب ہدایت کے لئے دعا کرے کہ ہادی راہبر کامل اکمل مل جائے یہی اشارہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں۔ پھر فرمایا کہ الْمَغْضُوْبِ الضَّآلِّيْنَ گمراہوں کی راہ سے بچنے کی دعا کرے اور یہ عرض کرے بارخدایا منعم علیھم کی راہ دکھائیے۔

منعم علیھم صرف چار طبقہ ہیں جن میں (۱) سرفہرست انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ہیں، (۲) صدیق، (۳) شہداء اور (۴) صالحین ہیں۔ ان کی صحبت کیمیائے سعادت ہے جیسا کہ صدیق اکبرؓ کو صحبت رسول اللہ ﷺ راسخ ہوئی تو دنیا میں، غار میں، مزار میں، قیامت میں، جنت میں وہی رفاقت رہی، سگِ اصحاب کہف کو صحبت صالحین نصیب ہوئی تو انسانی درجہ پایا۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص نے حضرت یعقوبؑ کو بینا کر دیا جب کہ آنکھوں سے روشنی جا چکی تھی، یہ ہے صحبت ومجلس کا اثر، حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا۔

گلے خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری،
کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشستم،
جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد،
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ایک دن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی مجھ کو ملی۔ میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے، عنبر ہے کہ تیری دلآویز خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز ایک معمولی شئے ہوں، مگر چند دن میری صحبت پھولوں سے رہی ہے میرے مجلسی وہم صحبت کی خوشبو نے مجھ ایسی ناچیز مٹی میں اثر کیا ویسے تو میں وہی خاک ہوں جیسی پہلے تھی، اسی طرح شیخ کامل کی صحبت کا اثر بھی آپ پر ہوگا۔ آپ کے دل کی بیٹری چارج ہو جائے گی آہستہ آہستہ شیخ کے پاور ہاؤس سے بجلی کی روشنی پیدا ہوگی یعنی آپ کے دل کی دنیا جگمگا اٹھے گی۔

صوفیہ عارفین کے نزدیک سب سے بڑا محبوب ذات باری تعالیٰ ہے اور موصل الی المحبوب شیخ ہے اسی وجہ سے شیخ سے محبت پیدا

ہو جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ وہ یعنی شیخ جب موصل الی المحبوب ہے تو یہ بھی محبوب بن جاتا ہے بوجہ ایصال الی المطلوب المحبوب کے، چونکہ یہ چار طبقہ انبیاءؑ، صدیق و شہداء اور صلحاء موصل الی المحبوب ہیں۔ اس لئے یہ بھی محبوب ہیں ان کی محبت و اتباع کے بغیر نہ رب ملتا ہے نہ کشف و مشاہدہ حاصل ہوتا ہے چہ جائیکہ ان کی مخالفت کی جائے اور ان پر طعن کیا جائے، ان کی مخالفت اور ان پر طعن موصل الی الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور الضَّآلِّيْنَ ہے، معلوم ہوا کہ ان کی مخالفت، ان کی راہ کو ترک کرنا، صاف صاف گمراہی اور غضب الٰہی کا مستحق بننا ہے اس سے صوفیہ کرامؒ نے استنباط فرمایا کہ اولیاء اللہ کی دشمنی سوء خاتمہ کا خطرہ پیدا کر دیتی ہے العیاذ باللہ۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ بدل ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے اور اس میں اشارہ ہے کہ صراط مستقیم بغیر اتباع ان چار طبقوں کے محال ہے۔ محض کتابوں کی ورق گردانی یا کتب بینی سے اس کا حصول مُحال ہے جب تک منعم علیہم کی جوتیوں میں جا کر نہ بیٹھے اور ان کے جوتے نہ سیدھے کرے اس نعمت کا ترتب محال ہے۔

مالک یوم الدین میں اشارہ ہے مقام و منزل اور مراقبہ فنا کی طرف، چونکہ سالک جب منازل سلوک طے کرنا شروع کرتا ہے تو نفس امارہ کی شہوات و خواہشات اور تعلق غیر پر موت آ جاتی ہے اس میں سالک اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنا نفس آپ کے سپرد کر دیا اور ہمہ تن اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہا اِيَّاكَ نَعْبُدُ یہ ہے مقام بقاء باللہ کا جس کو عام طور پر صوفیہ کی اصطلاح میں انتہائے سلوک کہا جاتا ہے اس کے بعد مراتب و مقام مشاہدات و مکاشفات کا شروع ہوتا ہے جیسا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے ظاہر ہے ہدایت کے معنی ہیں راہ نمودن یعنی راہ دکھانا اور حصول ہدایت کے لئے دو ہی طریقے ہیں۔ (۱) دلائل ظاہر جن کو لے کر انسان باطن کی طرف چلتا ہے چونکہ ظاہری دلائل اور اعمال ظاہر، حصول باطن کا ذریعہ بنتے ہیں اور اس میں مدو معاون ہیں جیسا بدنی و جسمانی ظاہری اعمال روح کی صالح غذا بنتے ہیں سب سے اچھا و اعلیٰ بدن وہ ہے جو ظاہری اعمال و عبادات سے روح کا معاون ہو، چونکہ انسان کامل وہ ہے جو اول درستی عقیدہ کی کرے پھر اعمال صالحہ میں مشغول ہو جائے تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

''لَمَّا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ لم يَكْتَفِ عَلَيْهِ بَلْ قَالَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْمُرِيْدُ لَا سَبِيْلَ لَهٗ اِلٰى مَقَامَاتِ الْهِدَايَةِ وَالْمُكَاشَفَاتِ اِلَّا اِذَا اقْتَدَا بِشَيْخٍ يَهْدِيْهِ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَيُنْجِيْهِ عَنْ مَوَاقِعِ الْاَغَالِيْطِ وَالْاَ ضَالِيْلِ''۔

''جب باری تعالیٰ نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ فرمایا تو اس پر موقوف نہیں فرمایا بلکہ فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور یہ دلالت کرتا ہے اس حکم پر کہ مرید و سالک کے لئے کوئی راستہ نہیں وصول کا اور مشاہدات و مکاشفات کے لئے، بغیر اقتداء و اتباع شیخ کامل کے چونکہ شیخ کامل ہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور گمراہی اور غلطیوں کے مواقع سے مرید کو بچاتا ہے''۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں سالک نے اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کی کہ اللہ تعالیٰ یا مجھ کو منعم علیہم کے مراتب و درجات مشاہدہ و مکاشفہ کرائیں اور الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور الضَّآلِّيْنَ کے درکات دکھائیں۔ منعم علیہم کے عند اللہ مراتب شان اور الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور الضَّآلِّيْنَ کے درکات امور برزخیہ سے ہیں اور احکام برزخیہ اسرار الٰہی و رموز خداوندی سے ہیں لٰہذا یہ تمام کشف الٰہی میں داخل ہوئے نہ کشف کونی میں، جس کسی نے کشف قبور کو کشف کونی میں داخل کیا ہے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔

تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۷۶، محدث جلیل حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مشکلات القرآن ص ۷۲ اور رسائل شامی میں بھی حضرت خالد رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی کے حال میں لکھا ہے۔

"وَنَقَلَ بَعْضُ تَلَامِذَتِهِ مولانا الشَّيْخُ خالد نقشبندی قدس سره اَنَّهُ قَرَّرَ يَوْمًا اَنَّ مَرَاتِبَ الْكَمَالِ اَرْبَعَةٌ

١- النُّبُوةُ ۴/اَغوث وَ قُطْبُ مَدَارِهَا نَبِيُّنَا ﷺ ثم

٢- صِدِّيْقِيَّةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا ابوبكر الصديق ؓ ثم

٣- الشَّهَادَةُ وَقُطْبُ مَدَارِهَا عمر فاروق رضی الله عنه ثُمَّه

٤- وَلَايَه وَقُطْبُ مَدَارِهَا علی کرم الله وجهه وَاَنَّ الصَّلَاحَ فِي الْآيَةِ اِشَارَةٌ اِلَى الْوَلَايَةِ فَسْئَلَهُ بَعْضُ الْحَاضِرِيْنَ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي اَيِّ مَرْتَبَةٍ هُوَ مِنَ الْمَرَاتِبِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ النبوةِ فَقَالَ اِنَّهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ نَالَ حَظًّا مِنْ رُتْبَةِ الشَّهَادَةِ وَحَظًّا مِنْ رُتْبَةِ الْوَلَايَةِ وَاَنَّ مَعْنِي كَوْنِهِ ذَالنُّوْرَيْنِ هُوَ ذٰلِكَ عِنْدَ الْعَارِفِيْنَ"۔

حضرت خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن تقریر فرمائی کہ مراتب کاملین کے چار ہیں جیسا کہ ان سے ان کے کسی شاگرد نے نقل کیا ہے اول نبوت ہے اور نبوت کے قطب مدار ہمارے رسول اکرم ﷺ ہیں دوم صدیقیت ہے جس کے قطب مدار ابوبکر صدیق ؓ ہیں پھر شہادت ہے جس کے قطب مدار حضرت عمر فاروق ؓ ہیں اور ولایت اولیاء اللہ جس کے قطب مدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور آیت میں جو صیغہ صالحین کا ہے اس کا اشارہ ولایت کی طرف ہے پس کسی نے حاضرین میں سے حضرت پر سوال کیا کہ حضرت عثمان ؓ نبوت کے بعد ان مراتب میں سے کس مرتبہ پر ہیں تو جواب دیا کہ بعد نبوت تین مراتب جو ہیں ان میں سے حضرت عثمان کو کچھ حصہ شہادت کا ملا اور کچھ حصہ ولایت سے ملا۔ اور حضرات صوفیہ کرام کے نزدیک ذوالنورین کا یہی معنی ہے اور علماء ظواہر بیان کرتے ہیں کہ دو بیٹیاں رسول اللہ ﷺ کی ان کے گھر میں تھیں۔

صاحب روح المعانی نے اسی ص ۷۶ پر مرتبہ ولایت کے متعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا:

"عَنِ الْقُطْبِ عَبْدُ الْقَادِرِ الْكَيْلَانِي قُدِّسَ سِرُّهُ اَنَّهُ قَالَ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءُ اوتِيتُمْ مِنَ اللَّقَبِ وَاُوْتِيْنَا مَالَمْ تُؤتَوْا عَلَى حَدِّ قَوْلِ الْخِضْرِ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامِ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْهُ انا عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَعْلَمُهُ اَنْتَ وَاَمَّا مَاقَالَ اُوْتِيْتُمُ اللَّقَبَ اَنَّهُ حجر عَلَيْنَا اِطْلَاقُ لَفْظِ النُّبُوَّةِ وَالنَّبِيِّ"۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے جماعت حضرات انبیاء آپ کو نبی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے حالانکہ وہ، ہم کو دیا گیا جو آپ کو نہیں دیا گیا یہ حضرت خضر ؑ کے قول کی حد پر بیان کیا گیا جو حضرت موسیٰ ؑ کو خضر ؑ نے فرمایا (حالانکہ حضرت موسیٰ ؑ حضرت خضر ؑ سے افضل تھے) اے موسیٰ ؑ میں ایک ایسے علم کا عالم ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور آپ کو نہیں دیا۔ اور آپ اس علم کو نہیں جانتے باقی فرمان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ آپ کو لقب نبوت نبی کا دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کا لفظ غیر نبی پر اطلاق کرنا شرعاً ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

عذاب وثواب قبر کو حضرات مفسرین نے بھی علم غیب میں داخل کیا ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں یومنون بالغیب۔ (غیب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں) اس غیب میں عذاب وثواب قبر بھی داخل ہے جیسا کہ تفسیر قرطبی جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ پر ہے:

"يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ مِمَّا لَا تَهْتَدِيْ اِلَيْهِ الْعُقُوْلُ مِنَ

الشَّرَائِطِ السَّاعَةِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ وَالنَّشْرِ وَالصِّرَاطِ وَالْمِيزَانِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ''۔

''غیب اس قبیل سے ہے کہ عقل انسانی کی رسائی نہ ہو جیسا کہ اشراط قیامت، عذاب قبر، حشر نشر، میزان جنت اور دوزخ''۔

اور تفسیر ابوسعود باحاشیہ تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت مفسرین نے غیب کی دو قسمیں بیان کی ہیں اول وہ جس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور وہ خاص ہے ذات باری سے تفرد بعلمه اللطيف الخبير دوسرا وہ جس پر دلیل قائم ہے۔

''فَاِنَّهٗ غَيْبٌ يَعْلَمُهٗ مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نُوراً عَلٰى حَسْبِ ذَالِكَ النُّوْرِ فَلِهٰذَا تَجِدُ النَّاسَ مُتَفَاوِتِيْنَ فِيهِ وَلَا وْلِيَاءَ اللّٰهِ نَفَعَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِمِ الْحَظُّ اَوْفُوفِيهِ وَمِنْ هٰهُنَا قِيْلَ الْغَيْبُ مُشَاهَدَةُ الْكُلِّ بِعَيْنِ الْحَقِّ فَقَدْ يَمْنَحُ الْعَبْدُ قُرْبَ النَّوَافِلِ فَيَكُوْنُ الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ بَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَسَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَيَرْتَقِي مِنْ ذَالِكَ اِلَى قُرْبِ الْفَرَائِضِ فَيَكُوْنُ نُوراً فَهُنَاكَ يَكُوْنُ الْغَيْبُ شُهُوداً وَالْمَفْقُوْدُ لِلدُّنْيَا عِنْدَهٗ مَوْجُوداً''۔

''اور اس غیب پر جس پر دلیل قائم ہے اس کو وہ جانتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے حسب مراتب نور کے، پس اسی وجہ سے آپ لوگوں کو متفاوت پائیں گے اس نور میں اولیاء اللہ کو خدا ان کے وجود سے ہم کو نفع پہنچائے اس غیب سے حصہ وافر ملا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ غیب مشاہدہ کرنا ہے کل کا، اللہ تعالیٰ کی بے کیف آنکھ سے اور کبھی کبھی بندہ کو قرب نوافل عطا ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس بندے کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ بندہ دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ: اس بندے کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ بندہ سنتا ہے۔ اور وہ بندہ اس سے آگے ترقی کر کے قرب فرائض کو جا حاصل کرتا ہے تو قرب فرائض میں وہ نور حاصل کرتا ہے جس سے غیب علم شہودی بن جاتا ہے جو عام الناس کے نزدیک مفقود و غیب ہے وہ اس بندہ کے نزدیک موجود ہوگا۔

فائدہ: تحت آیت یومنون بالغیب (تفسیر روح المعانی ج ا ص ا)

بوجہ ذکر الٰہی کے اللہ عارف سالک کے دل میں ایک نور پیدا کرتا ہے جس سے دل منور ہو جاتا ہے اس نور کی روشنی میں وہ قبر کے حالات ثواب عذاب معلوم کرتا ہے اسی کو کشف قبور کہا جاتا ہے اور عذاب وثواب قبر ان احکام میں سے ہے جن پر ایمان لانا فرض ہے لہٰذا یہ کشف الٰہی سے ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کشف بھی ایک دلیل ہے جو عذاب ثواب قبر پر قائم ہے جس سے وہ معلوم ہوتے ہیں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ علم غیب تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے حالانکہ انبیاءؑ اور اولیاء اللہ نے بعض امور کی خبر دی ہے جو ظاہرا موجود نہ تھے اور پھر یہ صحیح نکلی۔ دریں صورت علم غیب کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخصوص کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا (مرقاۃ ج ا ص ۶۵ و ص ۶۶)۔

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ الْاَنْبِيَاءُ وَالْاَوْلِيَاءُ بِشَيْئٍ كَثِيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ فَكَيْفَ الْحَصْرُ قُلْتُ الْحَصْرُ بِاعْتِبَارِ كُلِّيَاتِهَا دُوْنَ جُزْئِيَاتِهَا وَمَا ذَكَرَهٗ بَعْضُ اَوْلِيَاءِ مِنْ بَابِ الْكَرَامَةِ بِاَخْبَارِ بَعْضِ الْجُزْئِيَاتِ مِنْ مَضْمُوْنِ كُلِّيَاتِ الْاٰيَةِ فَلَعَلَّمَهٗ بِطَرِيْقِ الْمُكَاشَفَةِ اَوِ الْاِلْهَامِ اَوِ الْمَنَامِ الَّتِيْ هِيَ ظَنِّيَاتٌ۔

اگر آپ سوال کریں کہ محقق بات ہے کہ حضرات انبیاءؑ اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ نے بہت چیزوں کی غیب سے خبر دی ہے تو حصر کرنا کہ سوائے خدا کوئی غیب نہیں جانتا کس طرح جائز ہوگا؟ اولیاء اللہ کو بطور کرامت کشف سے، الہام سے، نیند میں اللہ تعالیٰ جزوی اُمور سے مطلع فرماتے ہیں اسی طرح حضرات انبیاءؑ کو بذریعہ وحی، کشف، الہام اور منام مطلع فرماتے ہیں اور انبیاءؑ کی نیند منام بھی وحی ہوتی ہے تو جزوی اُمور پر جو اطلاع ہوتی ہے وہ اطلاع من اللہ علی الغیب ہوئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اسلام کا خانگی نظام

محترمہ اُمِ فاران صاحبہ راولپنڈی

اسلام جہاں جہاں گیری و جہاں بانی کے زریں اصول سکھاتا ہے وہاں معاشرے کی بنیادی اکائیوں فرد، گھر اور خاندانی نظام کے پہلو کو بھی تشنہ کام نہیں چھوڑتا۔ چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی بڑی تفصیل سے زیر بحث لایا گیا ہے اور فرد کی ذاتی زندگی سے اجتماعی زندگی تک رہنمائی کی کڑی سے کڑی یوں ملی ہوئی ہے کہ زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ ہماری کم نظری، لاعلمی اور بعض اوقات بدعملی ہے کہ راہ بھٹک کر اس کے نتائج بھگت رہے ہیں۔ ورنہ ہر حیثیت میں ہر رشتے میں حقوق و فرائض کا ایسا تانا بانا ہے کہ کہیں ظلم و زیادتی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ نہ کسی طرح کی پیچیدگی کی کوئی صورت ممکن ہے۔

ہر رشتے کو جہاں حقوق عطا ہوئے ہیں وہاں فرائض بھی سونپے گئے ہیں اور ان کا پابند کرنے کے لئے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ چاہے تو ہر کوتاہی کو معاف کر دے لیکن جہاں کسی کا حق ضائع کیا ہوگا اس کی معافی اسی فرد سے مانگنا وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو نہ کرے۔ دوسری صورت میں معاملہ یوں طے ہوگا کہ مظلوم کے گناہ بقدر زیادتی ظالم کے کھاتے میں ڈالے جائیں گے اور ظالم کی نیکیاں مظلوم کے کھاتے میں لکھ دی جائیں گی۔

یہ سودا تب بہت ہی مہنگا ثابت ہوگا جس دن عمل کی مہلت ختم ہو چکی ہوگی اور یوم حساب ہوگا۔ جنت اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت سامنے سجی ہوگی اور دوزخ کی ہولناکیاں بھی آنکھوں کے سامنے ہوں گی۔

اللہ کے احکام کوئی ہنسی مذاق کی چیز نہیں کہ ان کو سنجیدگی سے نہ لیا جائے۔ نہ ہی زندگی کی مہلت اس قدر طویل اور یقینی ہے کہ اس پہ تکیہ کر لیا جائے کہ آج من مانی کر لیں کل سدھر جائیں گے مہلت پھر مہلت ابلیس سے بڑھ کر تو کسی کو نہ ملی ہوگی۔

نظر انجام پہ ہو تو کٹھن سے کٹھن سفر بھی آسانی سے طے ہو جاتا ہے اور منزل تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ عمر کے اس سفر کی کٹھنائیوں سے بچائے رکھے۔ اپنی آزمائشوں سے پناہ دے کہ ہم اس درجہ مضبوط ہیں نہ ہمارے ایمان۔ اپنے نیکوکار بندوں کے طفیل ہمیں بھی ہدایت پہ رکھے اور باعمل مسلمان بنائے۔ (آمین)

بہت تفصیل میں جائے بغیر باہمی رشتوں کے حوالے سے چند اہم نقاط کا احاطہ کئے لیتے ہیں۔ خصوصاً چند اشکال دور کرنا مقصود ہے۔ نہ جانے کیوں ہم سہل چیزوں کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ دین ہمارے لئے آسانیاں پیدا فرماتا ہے اور ہم اپنے اور دوسروں کے لئے مشکلات پیدا کر کے پارسائی کے کڑے معیار قائم کر لینے کو تقویٰ گردانتے ہیں۔

ماں باپ کے حقوق:

دونوں ہی رشتے اپنی جگہ محترم اور مقدس ہیں۔ ماں اولاد کو پالتی ہے تو باپ کفالت کرتا ہے۔ البتہ ماں کے رشتے کو اللہ نے خود فضیلت بخشی ہے۔ اس لئے کہ پیدائش کے مراحل سے پرورش اور تربیت کے مراحل تک ماں کی ذمہ داری ہمہ وقت ہوتی ہے وہ جنت

جو ماں کے قدموں تلے ہے یہ درجہ اسے یوں ہی نہیں مل گیا۔ رات دن لحہ لحہ ماں کی تگ و دو، اس کا مجاہدہ اس قدر کٹھن ہے کہ وہ یہ جنت اپنی قربانیوں اور محنت سے کماتی ہے۔ بلاشبہ یہ درجہ یہ صلہ اللہ کی عطا ہے وہ کسی کی محنت اور قربانی کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ حالانکہ دیکھا جائے تو وہ اپنی اولاد پال رہی ہوتی ہے۔

اس طرح باپ کے لئے جو حدیث پاک ارشاد ہوئی ہے۔ وہ بھی بہت خاص ہے اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ایک صحابیؓ نے اپنے والد کی فضول خرچ طبیعت سے عاجز آ کر حضور اکرم ﷺ سے شکایت کی اور عرض کی کہ اپنے مال کا کچھ حصہ والد کے تصرف کے لئے مخصوص کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا "تم بھی اور تمہارا مال بھی تمہارے باپ کا ہے"۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

ہمارے معاشرے میں رواجات کو اوّلیت دی جاتی ہے جبکہ دین کی حیثیت ثانوی رہ گئی ہے ایک غلط رواج یہ بھی ہے کہ ماں باپ سب سے چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہتے ہیں۔ دراصل جس جس کی شادی ہوتی جاتی ہے وہ حسب توفیق علیحدہ ہوتا جاتا ہے اور یہ عین اسلامی معاشرت کے مطابق ہے اسلام میں جائنٹ فیملی سسٹم کا تصور نہیں ہے ہر جوڑا اپنی نئی زندگی شروع کرنے کا خود ذمہ دار ہے۔ اسے اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے اور ذمہ داریاں خود اٹھانے کا پورا موقع دیا جانا چاہیے۔ یوں ہوتے ہوتے ماں باپ کے ساتھ آخر میں چھوٹا بیٹا ہی رہ جاتا ہے تو ان کا خیال رکھنا صرف اس کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے حالانکہ ذمہ داری تو ساری اولاد کے لئے یکساں ہے۔

ان کی خدمت کرنا، ضرورتوں کا خیال رکھنا، بیمار ہوں تو خیال رکھنا، ہسپتال لے جانا یا ہسپتال میں ساتھ رہنا، عام دنوں میں ان کے ساتھ وقت گزارنا، اپنے حالات بتانا، ان کے حالات جاننا، انہیں یہ احساس دلانا کہ وہ اولاد کی زندگیوں میں کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سے مشورہ لینا ان کا مشورہ ماننا، نصیحت پہ عمل کرنا، ادب احترام سے پیش آنا یہ سب ساری اولاد کے لئے یکساں برابر ہیں۔ ہاں ایک دوسرے کی سہولت کے پیش نظر آپس میں بانٹ لی جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن کبھی کبھار چند روپے بھجوا کر یہ سمجھنا کہ حق ادا ہو گیا درست نہیں ہے۔

اولاد کا والدین کی طرف مسکرا کر دیکھنا بھی صلہ رکھتا ہے تو خدمت کا درجہ کیا ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے حال پہ افسوس فرمایا ہے کہ جس نے ماں، باپ میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ کمائی، نیز یہ یاد رکھا جائے آج ہم جو بوئیں گے کل وہی فصل کاٹیں گے۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ:

ہماری نئی نسل اپنی ذمہ داریوں سے یوں بھاگتی ہے کہ جیسے کوئی کوہِ گراں سر پہ آن پڑا ہے۔ ان کی آزادی پہ حرف آتا ہے۔ آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ لیکن کیا کیجئے کہ زندگی کا حسن، سکون، وقار سب کچھ لو اور دو کے اصول سے بندھا ہوا ہے۔ ہم صرف اپنے حق کی تو بات کریں اور فرائض کی طرف نہ آئیں تو نظام حیات درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ تخریب ہمیں اپنے معاشرے میں بھی نظر آتی ہے۔

ایک نیا مسئلہ جس کا آج کل بہت چرچا ہے وہ یہ ہے کہ ماں باپ کے حقوق تو قرآن وحدیث میں آئے ہیں لیکن ساس، سسر کے حقوق کا کہیں ذکر نہیں ہے اس لئے بہو پہ قطعی فرض نہیں ہے کہ ان کی خدمت کرے یہ صرف اس کے شوہر کی ذمہ داری ہے جس کے وہ والدین ہیں۔

یہ سوال جب حضرت شیخ المکرم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ

نے اس طرح ارشاد فرمایا "بلاشبہ قرآن وحدیث میں ساس، سسر کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی ان کی علیحدہ حیثیت یا الگ حقوق وفرائض کا ذکر موجود ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ شوہر کے ماں باپ ہیں اگر علیحدہ باب باندھا جاتا تو یہ انہیں ان کے درجے سے نیچے لانے والی بات ہوتی کہ وہ ماں باپ سے ہٹ کر کوئی اور رشتہ ہیں۔ پس ان کے حقوق وہی ہوں گے جو ماں باپ کے ہیں۔ نیز جب بیوی شوہر کی لائف پارٹنر ہے تو یہ شراکت صرف منفعت میں ہی نہیں ذمہ داریوں میں بھی ہے شوہر اپنی ذمہ داریاں بیوی کے تعاون کے بغیر پوری نہیں کرسکتا۔

دوسری اہم بات کہ اگر بہو کے لئے وہ ماں باپ کا درجہ رکھتے ہیں تو بعینہٖ بہو بھی ان کے لئے بیٹی کے زمرے میں آتی ہے۔ گھر میں اس کی آمد کو بھی خوشدلی سے قبول کیا جائے اس کی حیثیت اور حقوق کو بھی تسلیم کیا جائے بیٹی کی طرح ہمدردی، محبت اور باہمی اعتماد کا رویہ رکھا جائے۔ اس کی ناتجربہ کاری یا غلطی کو اسی طرح لیا جائے جس طرح ہم اپنی بیٹی کو سمجھا بجھا کر معاف کردیتے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں ساس بہو یا نند بھاوج کے رشتوں میں تصادم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ماں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ خود کو غیر محفوظ تصور کرے کہ بہو نے آ کر بیٹا چھین لیا وہ اس پہلو سے یہ تسلیم کرلے کہ جس طرح بیٹا اس کا ہے اس کی بیوی، اولاد، مال، اس کی ترقی اور کامیابیاں بھی اس کی ہیں۔ اگر وہ بہو کو قبول نہیں کرے گی تو یہ بات اس کے بیٹے کی زندگی میں بھی تو زہر گھول دے گی۔ ماں کا اپنا درجہ اور مرتبہ ہے اور بیوی کی اپنی حیثیت اور مقام ہے کوئی ایک رشتہ دوسرے کو کالعدم نہیں کرسکتا۔

اسی طرح نند کو اپنے گھر میں اپنی جگہ ختم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے تو یہ قدرتی بات ہے۔ اس لئے کہ اب اس کی بھابھی کے شوہر کا گھر ہی اس کا گھر ہے اور اسے وہاں اپنی جگہ بنانا ہوگی۔ اس میں کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔ یہ بزم دنیا اسی طور پر بجی ہے اس میں تغیر ہے، جمود نہیں۔

اگر ہر کوئی اپنے مقام اور حقوق اور فرائض کو پہچانتا ہوگا تو کوئی بھی خود کو غیر محفوظ نہیں سمجھے گا اور زندگی بڑی حد تک سہل ہوجائے گی۔

میاں بیوی کے حقوق وفرائض:

میاں بیوی کے حقوق وفرائض میں بہت تفصیل آئی ہے۔ اس لئے کہ یہ رشتہ جس قدر اہم ہے اسی قدر نازک ہے۔ اس رشتے میں میاں کو فوقیت دی گئی ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ دور حاضر کے مردوزن میں برابری کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اس کو زیادتی ہرگز نہ گردانیں کہ اسلام دین فطرت ہے۔

یہ حکم دووجوہ کی بنیاد پہ ہے ایک تو اس لئے کہ جس طرح کوئی بھی ریاست ایک سربراہ کے بغیر نہیں چل سکتی اسی طرح گھر کے سربراہ کو بھی راعی کہا گیا ہے وہاں ہم یہ کیوں اعتراض نہیں کرتے کہ ایک بندہ تو بادشاہ یا سربراہ ہے اور باقی رعیت۔ تو یہ مساوات کے منافی بات ہے۔ سب کو برابر ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر ریاست چل نہیں سکتی، کوئی ذمہ دار ہوگا تو اصول، ضابطے اور قوانین کی کوئی حیثیت ہوگی سب ایک سے ہوں تو کون کس سے پرسش کرے گا پھر تو جنگل کا قانون ہوگا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

بعینہٖ گھر کے سربراہ کو بھی ذمہ دار بنایا گیا ہے یہ حکم دے کر کہ اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا وہ ان کی کفالت کا ذمہ دار ہے۔ ان کی ہدایت کی راہ پہ چلنے کا اور حفاظت کا ذمہ دار ہے۔

دوسری حکمت اس حکم کی یہ ہے کہ عورت کی تخلیق کے مقاصد، اس کی ذمہ داریاں اور جسمانی ساخت اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ اسے گھر کا سربراہ بنایا جاتا۔ یہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔ بلکہ اس حکم سے اس کا تحفظ مقصود ہے۔ عدم مساوات تو یہ ہے کہ آزادی نسواں کے نام پہ اس کو بازاروں کی زینت بنا دیا جائے،

دفتروں اور کاروباری مراکز میں طرح طرح کے ماحول اور حالات میں جھونک دیا جائے۔ خانگی امور بھی وہ انجام دے، تخلیقی مراحل بھی طے کرے، بچوں اور گھر کی ذمہ داریاں ادا کرے اور ساتھ میں مرد کے حصے کا کام بھی کرے۔

یا عدم مساوات یہ تھی کہ اس کے حقوق کم اور مرد کے زیادہ ہوتے اس کی ریاضتوں کا صلہ کم اور مرد کا زیادہ ہوتا، وہاں تو ماں کو باپ پر تین درجے فوقیت دی گئی اس پہ سب بودی باتیں ہیں جو اللہ کی حکمتوں کو نہیں پا سکتیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

عورت کے لئے یہ حکم کہاں آیا ہے کہ وہ گھر کا کام کاج کرے اس کے ذمے صرف اولاد کی پرورش اور تربیت ہے۔ یہ فقط راہِ فرار ہے اور کچھ بھی نہیں۔ قرآن اصول بیان فرماتا ہے، تفصیلات اسوہ رسول ﷺ سے متعین کی جاتی ہیں۔ کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے گھر کا کام نہیں کیا۔ آپ ﷺ کا بستر یا لباس تیار کرنا، گھر کی صفائی اور کھانا پکانا وغیرہ جیسے تمام کام امہات المومنین نے کئے، تو پھر کون خاتون ان سے زیادہ افضل ہے؟

خود حضور اکرم ﷺ نے بکری کا دودھ دوہا، اپنے کپڑے اور جوتے مرمت کئے یا آٹا گوندھا یعنی اپنی ازواج کی گھریلو کاموں میں مدد کی۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ کے بارے میں روایت ہے کہ چکی پیسنے اور مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر لانے کے باعث ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے تو حضرت علیؓ کے کہنے پر انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک غلام کا سوال کیا تھا اور آپ ﷺ نے نہ صرف ناپسند فرمایا بلکہ رد کر دیا تھا۔ تو پھر ہمارے لئے ہمارا اپنا کام باعث عار کیوں کر ہوا ہے۔

عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر مال اور عزت کی اس کی عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرے اور مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی تمام جائز ضروریات کو پورا کرے۔ اس کے نان و نفقہ کی کفالت کرے اس کی عزت کا محافظ ہو۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ:

مرد کو چار شادیوں کی اجازت دے کر اسلام نے (نعوذ باللہ) عورت پہ ظلم کیا ہے۔ یہ اعتراض کافروں کو تو سزاوار ہے تو ہم اس کا ڈھنڈورا کیوں پیٹتے ہیں سمجھ سے بالاتر ہے۔ کسی نے کافروں کو اس کا بڑا خوبصورت جواب دیا تھا کہ اسلام میں تو صرف چار شادیوں کی اجازت ہے اور تم لوگ بیوی تو ایک رکھتے ہو لیکن گرل فرینڈز سینکڑوں بناتے ہو۔ جن کے نہ کوئی حقوق ہیں اور نہ معاشرتی حیثیت۔ جبکہ اسلام پہلی شرط ہی یہی لگاتا ہے "اِعْدِلُوْا" اگر تم عدل قائم رکھ سکو یعنی مال میں، سلوک میں، برتاؤ میں، وقت دینے میں، اگر یہ نہ کر سکو تو "فَوَاحِدَةً" تو پھر بس ایک نکاح کرو۔

گویا مشروط اجازت ہے کھلی چھٹی نہیں۔ اس حکم کی اپنی بہت سی حکمتیں ہیں جن پہ علیحدہ ایک باب باندھا جا سکتا ہے۔ مختصراً یہ کہ معاشرے میں عمومی طور پر لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ نیز حادثات، جنگوں اور فسادات وغیرہ میں مردوں کی کثیر تعداد کام آجاتی ہے۔ کیونکہ وہ فیلڈ میں زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔ تو پھر اگر ایک شادی پہ پابند کر دیا جاتا تو بہت سی خواتین اور خصوصاً بیواؤں کا کوئی والی وارث نہ ہوتا۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ:

ہندوؤں کے ساتھ رہنے کا دوسرا اثر ہم نے یہ لیا ہے کہ بیوہ کے دوسرے نکاح کو دل کے کسی گوشے میں معیوب سمجھنے لگے حالانکہ حکم یہ ہے کہ "بیوہ کا نکاح کنواری سے پہلے کرو" اس کی مثال عہد رسالت میں کثیر تعداد میں ملتی ہے۔ خود آپ ﷺ نے کتنی بیواؤں سے نکاح فرمایا۔ اس لئے کہ بیوہ اور اس کے بچوں کو کفالت اور تحفظ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور مستقل حل یہی ہے کہ مناسب بر

تلاش کر کے دوبارہ نکاح کر دیا جائے۔ یہی احسن فعل ہے ورنہ معاشرے میں ایسی ایسی برائیاں جنم لیں گی کہ جن کا تدراک ممکن نہ ہوگا۔ اسلام کی یہ خاصیت ہے کہ وہ برائی کی جڑ پہ وار کرتا ہے۔

اب تو بہت بھگت لینے کے بعد ہندو بھی اپنی غلطی سدھارنے پر آمادہ ہے۔ کجا کہ ہم خود ہی اس حکم کو معیوب خیال کرتے رہیں۔ اللہ کی حکمتیں وہ خود ہی جانے ہم تو صرف ماننے کے مکلف ہیں۔ سوال اٹھانے یا نکتہ چینی کی ہماری حیثیت ہی کہاں ہے۔ خاندانی نظام کی بنیاد انہی دوستونوں پہ قائم ہے۔ ماں باپ اور اولاد، میاں بیوی کے مابین حقوق و فرائض، اگر یہ اسلام کے روپ میں ڈھل جائیں تو باقی سب رشتے خود بخود اپنی اپنی جگہ قرار پکڑ لیں گے لیکن اگر انہیں کے مابین کشمکش رہے تو خانگی زندگی جہنم سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ
صقارہ
سائنس کالج
ہاسٹل کی سہولت موجود ہے
داخلہ جاری ہے
پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)
داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1
پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت
طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ
چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک
قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)
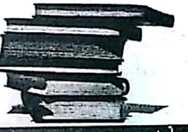
شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع
پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)
مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں
صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200
For Feed Back: siqarlah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
viceprincipal@siqarahedu.com
Visit at: www.siqarahedu.com

اسلام کی بنیاد توحید باری کے ساتھ وابستہ ہے

اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (سورۃ الانعام آیات 100-99 رکوع 4)

ترجمہ: ان آیات مبارکہ کا سادہ سا ترجمہ یہ ہے کہ وہی ذات ہے جو بلندیوں سے پانی برساتی ہے اور اس پانی سے ہر قسم کی نباتات کو نکالتی ہے اور پھر اس میں سے سبز شاخیں نکالتی ہے اور ان میں اوپر تلے لگے ہوئے دانے اور پھل نکالتی ہے اور کھجور کے درختوں میں سے گچھے اور خوشے اور جو پھل سے جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور بے شمار طرح کے باغات جن میں سے بظاہر ملتے جلتے ہوتے ہیں لیکن ذائقے اور تاثیر میں الگ ہوتے ہیں اور انہیں دیکھو جب ان پر پھل آتا ہے اور ان کے پکنے کو دیکھو اس میں تمہارے لئے ایمان والوں کے لئے عظمت الٰہی کی بہت بڑی دلیلیں ہیں۔ جہالت سے لوگوں نے کبھی جنوں کو اللہ کا شریک بنالیا اور کبھی اس کی ذات کو اپنے اوپر قیاس کر کے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کر دیں حالانکہ وہ ذات پاک ہے اور ان باتوں سے بہت بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔

تفسیر: اسلام کی بنیاد آج نہیں آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے لے کے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ تک یہ سارا اسلام تھا جو انبیاءؑ نے بتایا اور ہر دین اپنے وقت میں اسلام تھا۔ اسلام کی بنیاد توحید باری پہ استوار ہے یعنی اللہ واحد ہے لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی اس جیسا ہے نہ اس کی صفات میں کوئی اس جیسا ہے وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا ہے اور اپنی صفات میں بھی اکیلا ہے وہ خالق ہے اور باقی سب مخلوق ہے۔ خالق کسی چیز کا محتاج نہیں اور مخلوق بغیر احتیاج کے رہ نہیں سکتی بہت بڑا واضح فرق تو یہاں توحید کے دلائل میں فرمایا کہ یہ دیکھ لو وہ ایسا قادر ہے کہ کتنے پانی کو وہ سمندروں سے اٹھا کر بلندیوں پہ لے جاتا ہے یہ ہلکی پھلکی چلنے والی ہوا یہ کتنا پانی اٹھائے پھرتی ہے کہ جب وہ برستا ہے تو زمین سے برداشت نہیں ہوتا جب آسمان سے یا بلندیوں سے پانی کو اتارتا ہے تو زمین سنبھالنے سے عاجز آجاتی ہے طوفان آجاتے ہیں طغیانیاں آجاتی ہیں لوگ غرق ہونے لگتے ہیں مکان بہہ جاتے ہیں سڑکیں بہہ جاتی ہیں تو یہ پانی زمین پہ آنے سے پہلے کہاں تھا؟ وہ ایسا قادر ہے کہ اسی

کے حکم سے یہ ہلکی پھلکی ہوائیں اس کو اٹھائے پھرتی تھیں یہی بادل جو آپ کو محض دھند نظر آتے ہیں ان ہی میں یہ بے پناہ پانی سمویا ہوا تھا اور وہ قادر ہے اس نے ہوا کو بھی وہ قوت دے دی اسے اٹھانے کی اور بادل کو قوت دے دی اسے برداشت کرنے کی لیکن جب وہ برستا ہے تو زمین جس نے اتنی مخلوق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے اس پانی کو سنبھالنے سے عاجز ہو جاتی ہے۔ کون ہے اس کے علاوہ جو ایسا کر سکے؟ کوئی ہے؟ فرمایا اسی سے اندازہ لگا لو آج تو بارشوں کا موسم بھی ہے اور جدھر سنو طوفان آئے ہوئے ہیں صرف پاکستان میں نہیں دنیا میں یہ عالم بپا ہے بڑی بڑی حکومتوں سے سنبھالا نہیں جا رہا شہروں کے شہر ڈوب رہے ہیں سڑکیں پل تباہ ہو رہے ہیں لوگ غرق ہو رہے ہیں تو یہ بے پناہ پانی کہاں سے آ گیا؟ انہی بادلوں میں تھا جو ہمارے سروں پہ منڈلاتے رہتے تھے اور یہی ہوا اسے اٹھائے پھرتی تھی۔

وہ قادر ہے جیسا چاہتا ہے کرتا ہے پھر وہ ایسا قادر ہے کہ جتنا پانی برسا کوئی مختلف طرح کا نہیں تھا، نہ اس کے رنگ میں فرق تھا، نہ اس کے ذائقے میں فرق تھا، نہ اس کی تاثیر میں فرق تھا لیکن فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ جتنی نباتات زمین سے اُگی اسی ایک پانی سے اگی آپ اس کو گن نہیں سکتے کہ کتنی قسم نباتات ہے اور ایک قسم کے پودے آپ گن نہیں سکتے آپ گھاس کے تنکے نہیں گن سکتے آپ ایک خاص قسم کی جڑی بوٹی کو گن نہیں سکتے کہ کتنی ہے آپ درختوں کی تعداد گن نہیں سکتے آپ زرعی زراعت اور فصلوں کی تعداد کو گن نہیں سکتے تو جتنی بے شمار یہ روئیدگی ہے اسی ایک پانی سے حیات مل رہی ہے نمو مل رہی ہے اسی سے یہ پھوٹ کر نکل رہی ہے فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ اسی سے یہ سبزہ پیدا ہوتا ہے اور ہر سبزے پہ پھل لگتا ہے۔ کمال ہے ہر سبزے کی خوشبو الگ ہے ہر سبزے کا ذائقہ الگ ہے ہر سبزے کی تاثیر الگ ہے اور ہر نباتات پہ چھوٹے سے تنکے سے لے کر بڑے سے بڑے درخت پر سب پر پھل آ رہا ہے سب کا پھل الگ قسم کا ہے اس کا ذائقہ الگ قسم کا ہے اس کی تاثیر الگ ہے لیکن سارا کس سے اُگا اسی پانی سے جو آپ پر برسا وہ ایسا قادر ہے کہ اسے کتنے رنگ اس نے دے دیئے، کتنے ذائقے دے دیئے، کتنی مختلف قسم کے مختلف اثر عطا کر دیئے، کوئی دوسرا سوچا بھی جا سکتا ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔ مخلوق سے تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایسا کر سکے وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ۙ اور اس نے کھجور کا درخت اگا دیا اب عجیب بات ہے کھجور کا ایک درخت تن تنہا ایک تنا سا اگتا ہے اور وہ بڑھتا چلا جاتا ہے اس پر چند شاخیں نکلتی ہیں اس کا سایہ بھی نہیں بنتا یعنی آپ کھجور کے درخت کے سائے میں بیٹھ جائیں تو وہ پندرہ منٹ بعد آگے کھسک جاتا ہے تھوڑا سا سایہ ہوتا ہے آپ دھوپ میں آ جاتے ہیں لیکن وہ ایسا قادر ہے کہ اس تنہا تنے پہ اس نے اتنے پھل لگا دیئے کہ خوشے جھکے پڑتے ہیں سنبھالے نہیں سنبھلتے اور ان میں اس طرح کی مٹھاس پیدا کر دی اور وہ شیرینی پیدا کر دی وہ مٹھاس پیدا کر دی وہ لذت پیدا کر دی کہ آدمی اس پر وقت گزار سکتا ہے وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ اس نے انگوروں کے باغوں کے باغ اگا دیئے زیتون کے اس نے باغوں کے باغ اگا دیئے انار کے اس نے باغوں کے باغ اگا دیئے اور ذرا سوچو کہ ایک بیل جو اپنا وزن نہیں اٹھا سکتی جسے کھڑا کرنے کے لئے لوگ باغوں میں سہارے دیتے ہیں لکڑیاں ڈالتے ہیں چھپڑ سے بناتے ہیں اس پر انگور کی بیل کو چڑھاتے ہیں اسی بیل پر وہ کیسا عجیب قسم کا پھل لگا دیتا ہے کہ اپنے رنگ میں بھی بے مثال ہے اور اپنی شیرینی میں بھی بے مثال ہے اور اپنے اثرات میں بھی بے مثال ہے اور خوشوں کے خوشے لٹا دیتا ہے سنبھالے نہیں سنبھلتے اسی طرح زیتون کو دیکھ لو کہ یہ ایک بظاہر جنگلی پودا ہے اور جنگلوں کے جنگل بھرے ہوئے ہیں اس پر پھل آ جاتا ہے اس میں شیرینی بھی ہے لذت بھی ہے دوا بھی ہے پھر اس سے تیل نکلتا ہے کمال ہے اور وہ تیل اصلی گھی سے بھی کئی گنا زیادہ

طاقتور اور جسم کو قوت دینے والا ہے یعنی پانی تو ایک ہی برسا تھا روئیدگی ایک ہی زمین سے ہوئی زمین بھی ایک ہے پانی بھی ایک ہے یہ کون ہے جس نے اتنے ان گنت پودے پیدا کیے ہیں اتنا ان گنت سبزہ پیدا کیا جو تنکا گھاس سے نکلتا ہے ہر تنکہ گل بکاں ہے ہر تنکے نے ایک پھول اٹھا رکھا ہے اور آج کل اس بارشوں کے موسم میں دیکھیں جنگل کا جنگل ہرا ہے ایسے پودے اگے ہیں جیسے کسی نے مخملیں چادر بچھا دی ہے اور اس پر اتنی گلکاری کی ہے کہ ہر تنکے پہ پھول ہیں اور ان کا رنگ الگ ہے ہر پھول میں اتنی باریکیاں ہیں کہ ایک پتی کو توڑ کر دیکھنے بیٹھ جائیں تو آپ سمجھ نہیں سکتے کہ اس میں کتنے رنگ ہیں اس ایک پتی میں آگے کتنی گلکاری اور کتنے پھول ہیں اور اس کی ایک قسم کے پھول کی جتنی پتیاں ہیں اس قسم کے ہزاروں پھول توڑیں تو پتہ چلے گا کہ وہی پھول ہے ساتھ دوسری قسم کا ہے تو وہ الگ ہی ہے تیسری قسم کا ہے تو الگ ہی ہے سب کے رنگ اپنے ہیں خوشبو اپنی ہے ذائقہ اپنا ہے تاثیر اپنی ہے۔ اب بنیاد کیا تھی یہی مٹی اور یہی پانی جو آسمان سے برسا کون ہے وہ قادر مطلق کون ہے ایسے ہستی جو ان سب میں رنگ آمیزی اور رنگ سازی کر رہا ہے جو ان میں تاثیرات پیدا کر رہا ہے جو ان میں اثر پیدا کر رہا ہے جو ان میں خوشبوئیں بھر رہا ہے وہ ہستی کون ہے فرمایا وہ وحدۂ لاشریک ہے ساری دنیا کے کارخانے ساری دنیا کی سائنس ساری دنیا کے انسان جن اکٹھے ہو جائیں ایک تنکہ ایسا نہیں بنا سکتے جو قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے زمین سے اگتا ہے میاں محمد مرحوم نے کہا تھا پنجابی میں ان کا ایک شعر ہے کہ

جے ہک مچھر داپر بھجے سارے ای عالم لگے
فیر نیئں او ثابت ہوندا جیوں کر آہا

یعنی ایک مچھر کا پر ٹوٹ جائے اور دنیا کے سارے کاریگر جمع ہو جائیں پھر اس کے ساتھ ویسا پر نہیں اُگا سکتے جیسا اس کو قدرت نے دیا تھا۔ بنا بنا کے اُگاتے رہیں ویسا نہیں بن سکتا۔ بڑی ترقی کی سائنس نے اور چیزیں جلد اُگا لیتے ہیں بے موسم پھل اُگا لیتے ہیں تو کیا مشینوں میں اگاتے ہیں؟ نہیں وہی پانی دے کر اسی زمین میں مختلف اجزاء ملا کر بناتے ہیں اسی زمین میں اور بناتا وہی قادر مطلق ہے۔ اسی زمین اور پانی سے اسی کے طریقے پر مشین میں ایک تنکہ بھی نہیں بن سکتا بنیں گے تو کسی دھات کی کوئی تار ہی ہوگی ان خصوصیات کا حامل اس طرح کا ایک تنکا بھی نہیں بنتا۔

یہاں اس نے باغوں کے باغ اگا دیئے ہیں انگور کے زیتون کے انار کے اور اب ان کی مثال اس لئے دی ہے بے شمار پھل ہیں لیکن یہ تین پھل بڑے خاص قسم کے ہیں انگور ایک ایسا خاص پھل ہے جو بیماروں کے لئے دوا بھی ہے اور نافرمان اس سے شراب بھی بنا لیتے ہیں۔ فرمایا وہ قادر مطلق تو ایسا ہے کہ جس نے تمہارے بھلے کے لئے ایک خوبصورت چیز بنائی اور نافرمان ایسے بدبخت ہیں کہ اس آب حیات کو انہوں نے زہر میں تبدیل کر دیا۔ اسی طرح زیتون کا ذکر یہ تینوں پھل پھلوں کے سردار ہیں زیتون کا ذکر فرمایا وہ پھل ہے جو کھانے میں مزیدار ہے اور اس کا کھانا بے شمار بیماریوں کا علاج ہے یعنی غذا بھی ہے اور دوا بھی کلیسٹرول کا بہترین علاج ہے کہ آپ چار پانچ دانے زیتون کے روز کھاتے ہیں اور اس میں اس قدر تیل رکھ دیا کہ وہ آپ کے اس خالص دیسی گھی سے زیادہ طاقتور ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ گھی مکھن کھائیں گے تو کلیسٹرول بنے گا زیتون کھائیں گے طاقت اس سے زیادہ دے گا اور کلیسٹرول کو نفی کرے گا۔ یعنی ایسے عجائبات ہیں یہ تاثیریں کون دیتا ہے۔ ہے کوئی جو اس طرح کی مثال پیش کر سکے اسی طرح وَالرُّمَّانَ انار کو دیکھ لو آپ اسے کھول کے دیکھیں تو اللہ کی صنعت پہ بندہ عش عش کر اٹھتا ہے۔ جس ترتیب سے قدرتی طور پر اس میں دانے پرو کر جوڑ دیئے جاتے ہیں آپ ایک دفعہ اس کے چھلکے سے دانے نکال لیں تو ساری دنیا کے کاریگروں کو لگائیں کہ یہ بنے بنائے دانے اس طرح سے جوڑ کر اس کو بند کر دو ممکن نہیں ہے پیدا کرنا

تو بہت دور کی بات ہے مٹی سے اگتا ہے ایک پودا اور اس کا تنا سر سبز انار کا تنا خشک نظر آتا ہے پتے ہوتے ہیں اور تنے کو دیکھو تو ایسے لگتا ہے خشک لکڑی کھڑی ہے جب پھل آتا ہے تو اتنا خوبصورت اتنا بہترین اتنا خوش ذائقہ اور بے شمار امراض کی دوا۔ یہ دوا اس کا پھل بھی بنتا ہے اس کا شربت بھی دوا بنتا ہے خود اس کا کھانا بھی دوا بنتا ہے اور چھلکا بھی ضائع نہیں جاتا اس کا چھلکا بھی دوا بنتا ہے۔ کہاں سے آرہا ہے کون بنا رہا ہے یہ اس کی صنعت ہے انار کے درخت کو دیکھو تو ایسے پتہ چلتا ہے سوکھی ٹہنیاں کھڑی ہیں پھل دیکھو تو گول مول گیندسی نظر آتی ہے اسے کھولو تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں صنعت باری کیا ہے؟ اور جس طرح سے اس قادر مطلق نے اس میں دانے پرو دیئے ہیں کبھی کھول کر سامنے رکھ کے دیکھو کے اندازہ کیجئے اور ایک دفعہ اس سے دانے نکال لیجئے اور پھر اسے کسی کاریگر کو کہیے کہ اسے اس ترتیب سے جوڑ کر ایسے بند کر دے تو وہ سمجھے گا کہ یہ تو ایسے دس اناروں میں بھی بند نہیں ہوتے تو فرمایا یہ تو اس نے تین چیزیں مثال کے لئے پسند فرمائیں ورنہ ہر پھل میں ہر نباتات میں ہر جنس میں ہر دانے میں اس کی قدرت کے مظاہر ہیں اور عجیب وغریب تاثیرات ان میں رکھی ہیں عجیب وغریب اثرات رکھ دیئے ہیں اور اس کی قدرت کاملہ ہے کہ اس نے ہر ایک چیز کا مزاج الگ بنایا ہے بادام ہوتا ہے خشک لکڑی کا ایک پھل ہوتا ہے اس پر سبز سا چھلکا ہوتا ہے، چھلکا اتارو تو نیچے سے خشک لکڑی سی آجاتی ہے اب اسے توڑو تو اس میں سے بادام کی گری نکلتی ہے جو دماغ کو تقویت دیتی ہے قوت دیتی ہے اس کا شربت بنتا ہے اس کی دوائیں بنتی ہیں اور حیات بخش اور حیات آفریں ہیں اور یہی بادام آٹھ دس توڑ کر اس کی گریاں اچھے بھلے جانور گھوڑے کو کھلا دو گھوڑا مر جائے گا یعنی باقی مخلوق کے لئے صحت کا سبب ہے۔ گھوڑے کے مزاج میں یہ رکھ دیا ہے کہ اگر اسے بادام کھلا دو تو یہ مر جائے گا اس کے لئے یہی زہر کافی ہے اب ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں بے شمار جانداروں کے لئے صحت افزاء ہے اور وہی چیز ایک جاندار کے لئے موت کا سبب ہے یعنی یہ اس طرح کے عجیب وغریب اثر کس نے رکھ دیئے۔

مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ عجیب بات ہے کہ ایک جیسے بھی ہوتے ہیں لیکن سب الگ الگ ہیں یعنی ایک خوشے سے آپ انگور کھائیں ہر دانے کا ٹیسٹ Taste الگ ہے دو بیلیں انگور کی الگ الگ لیں یا دو گچھے انگور کے الگ الگ لیں ایک نیم پختہ ہے ایک پک گیا ایک میٹھا ہے ایک کھٹا ہے۔ ایک درخت پہ انار کھڑے ہیں ایک پک گیا ایک میٹھا ہے ایک توڑیں تو کھٹا ہے کچا ہے ایک درخت پہ بادام لگ گئے ہیں ایک توڑیں تو میٹھا ہے ایک توڑیں تو کڑوا ہے زہر کی مانند تلخ ہے اس کی اپنی قدرت ہے اس کی اپنی صنعت ہے غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ایک دوسرے سے الگ بھی ہیں یعنی دیکھو تو ایک جیسے ہیں میٹھا اور کڑوا بادام کوئی الگ نہیں کر سکتا یہ جو میٹھے بادام ہم خریدتے ہیں تو کڑوے درمیان میں آجاتے ہیں تو کبھی ایک درخت پر میٹھے اور کڑوے یکجا نہیں لگتے۔ قدرت کی صناعی ہے کہ کڑوے کا درخت ہی الگ ہوتا ہے اس پہ لگتے ہی سارے کڑوے ہیں یہ تو ہمارے بھائی ایسا کرتے ہیں کہ وہ کڑوے الگ تو بکتے نہیں وہ بھی میٹھے میں ملا دیتے ہیں یعنی انسان اللہ سے دور ہوتا ہے تو جو چیزیں اس نے انسان کی بھلائی کے لئے بنائی ہیں ان کے لئے بھی نقصان ہوتا ہے۔ لالچ میں آکر بددیانتی کر کے دھوکہ کرتے ہیں گاہک کے ساتھ جیسے میٹھے میں کڑوے ملا کر دے دیتے ہیں اللہ ایسا نہیں کرتا اس نے کڑوے کا الگ درخت اگایا ہے، میٹھے کا الگ اگایا ہے۔ اس نے شناخت دے دی ہے کچے پکے خوشے کی۔ کچا خوشہ الگ ہر آدمی دیکھ سکتا ہے اور میٹھا الگ ہے۔ ہم کیا کرتے ہیں ہم اسے ملا کے اپنا پیسہ کماتے ہیں ہم کیسے عجیب انسان ہیں یہ کیوں ہوتا ہے؟ یہ تب ہوتا ہے جب ہم اس کی ذات وصفات میں شرک کرتے ہیں بندہ دولت کے لئے شرعی قاعدے کے خلاف جب جاتا ہے تو یہ یقین رکھ لے کہ اس کا اللہ کی رزاقیت سے ایمان اٹھ

جاتا ہے اگر وہ اللہ کو رازق سمجھتا ہے تو جائز کام کرتا حلال مزدوری لیتا جب وہ حرام کی طرف جاتا ہے کام میں بددیانتی کرتا ہے یا رشوت کھاتا ہے یا ڈاکہ کرتا ہے یا ناجائز پیسہ لیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی رزاقیت سے اس کا ایمان اٹھ گیا ہے اہل اللہ اس معاملے میں بڑی سختی کرتے تھے مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شمارہ آیا کرتا تھا غالباً خدام الدین اس کا نام تھا مجھے صحیح یاد نہیں ایک دفعہ میں نے اس میں پڑھا کہ یہ لوگ جو اذان سنتے رہتے ہیں اور صلوٰۃ کے لئے مسجد نہیں جاتے کہ دکان بند کروں گا تو نقصان ہو جائے گا حالانکہ چند منٹ لگتے ہیں دس پندرہ منٹ بندہ صلوٰۃ سے فارغ ہو کے آجاتا ہے لیکن بند کر کے نہیں جاتے صلوٰۃ مؤخر کر دیتے ہیں کہ گاہک نہ چلا جائے تو وہ فرماتے تھے کہ ان کا رب ان کی دکان ہے یہ اللہ کو رب نہیں مانتے اللہ کو رب مانتے اسے رازق مانتے تو اسکے حکم پہ عمل کرنا ضروری سمجھتے انہوں نے دکان کو رب سمجھ لیا ہے اگر اس جملے کو ہم اپنے آپ پر لگائیں تو جہاں ہم بددیانتی کرتے ہیں حصول زر کے لئے وہاں ہمارا ایمان اللہ کی رزاقیت سے اٹھ چکا ہوتا ہے اور یہ شرک ہے یہ بتوں کو پوجنا پتھروں کے آگے سجدے کرنا یہ تو بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ میرا اور آپ کا کمال نہیں یہ کمال ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے بتوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اب جو بتوں کو پوجتے ہیں وہ بھی شرمندہ شرمندہ پوجتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نہیں جی ہم اس بت کو نہیں پوج رہے اس کے اندر فلاں دیوی ہے اس کے اندر دیوتا گھسا ہوا ہے پتھر کو بت کو تو ہم بھی بت ہی سمجھتے ہیں یعنی اب کسی میں جرأت نہیں رہی کہ بت کو مؤثر سمجھے یہ ضرب لگائی ہوئی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ لا الہ الا اللہ کی ضرب لگی ہے۔ اب ایسی ضرب لگی ہے کہ جب بیت اللہ سے بت توڑے گئے تو بت دنیا سے نابود ہو گئے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ آج جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں، نہیں ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے اس کے اندر کچھ ہے یعنی سیدھا سیدھا جیسے لوگ بتوں سے امیدیں رکھتے تھے اب بتوں کے پجاریوں کو بھی وہ بات کہنے کی جرأت نہیں ہوتی یہ ضرب ہے لگائی ہوئی محمد رسول اللہ ﷺ کی اور یہ ضرب لگائی ہوئی ہے آپ ﷺ کے خدام کی صحابہ کرامؓ کی جنہوں نے جانیں دیں اور اس کلمے کو غالب کیا اللہ کی زمین پر ہم کیا کر رہے ہیں؟ جنہیں اسلام نصیب نہیں ہے ان کو تو چھوڑ دیں اللہ سب کو نصیب کرے چونکہ زندہ کافر کے لئے بھی ہدایت کی دعا کی جا سکتی ہے کافر کفر پر مر جائے تو اس کے لئے دعا کرنا جائز نہیں ہے دنیا میں زندہ کافر کے لئے ہدایت کی دعا کرنا بھی نیکی ہے اللہ اپنی ساری مخلوق پر رحم فرمائے آمین لیکن فکر اس بات کی کرنی چاہیے کہ ہم جو دعویٰ اسلام کا رکھتے ہیں ہم جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں یہ کلمہ ہمیں اس اعتماد تک کیوں نہیں لے جاتا کہ ہم رب بھی اللہ ہی کو مان لیں اور بددیانتی سے باز آجائیں۔

آج جو کچھ وطن عزیز میں ہو رہا ہے جس طرح کی لوٹ کھسوٹ مچی ہوئی ہے اور عالم بالا سے حکمرانوں سے لے کر عام آدمی تک۔ ہماری بدقسمتی ہے ہم حکمرانوں کے پیچھے تقریر کرتے رہتے ہیں اور کرنی بھی چاہیے کہ ظلم کرتے ہیں ٹھیک ہے جو بھی ظلم کرے ظلم کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ ظلم سے رک جائے اللہ اسے توفیق دے وہ باز آجائے اپنی اصلاح کرے لیکن مجھے یہ بتاؤ ہم جو عام آدمی ہیں جن کو شکوہ ہے ہم پر ظلم ہوتا ہے کیا ہم نے ظلم کرنا چھوڑ دیا؟ کیا ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں؟ کیا ہمارے دکاندار اور تاجر بھائی دیانتداری سے تجارت کر رہے ہیں؟ کیا کوئی ایسی دکان اس پورے ملک پر ہے جس پر بلا خوف و خطر بچی کو بھیج دیں بچے کو بھیج دیں بزرگ چلا جائے اسکا نرخ بھی صحیح ہو گا اس کا وزن بھی صحیح ہو گا اور اس چیز کی کوالٹی بھی صحیح ہو گی پورا پورا دے گا؟ کوئی ہے ایسی ایک دکان؟ یہ کون سا اسلام ہے جس کا ہم اقرار کرتے ہیں یہ کون سی صلوٰۃ ہے جو ہم ادا کرتے ہیں؟ دین کے دو حصے ہیں عبادات اور اعمال عبادات کا مقصد صرف ایک ہے کہ اللہ کریم سے ایسا تعلق

نصیب ہوجائے کہ اعمال و کردار کی اصلاح ہوجائے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہوجائیں۔ قرآن کریم نے مسئلہ بیان فرمایا ہے إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (سورۃ العنکبوت 45) اللہ کی عبادت بے حیائی اور بری باتوں سے روک دیتی ہے یعنی عبادت کا نقد ثمرہ جو ہے ایک تو انعام ہے جو آخرت میں ملے گا وہ اسے اجر کہا تو جاتا ہے لیکن آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ انعام ہوگا۔ چونکہ بندہ اگر ہوش سنبھالنے سے لے کر اس کی سو سال عمر ہو اور مرنے تک صرف سجدے ہی کرتا رہے تو کسی ایک نعمت کی قیمت ادا نہیں کر سکتا يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (سورۃ البقرہ آیت 21) اس آیت کریمہ نے یہ بات واضح کر دی لوگو اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا جو کچھ تم نے عبادت کرنی ہے اس سے کروڑوں گنا زیادہ نعمتیں پہلے لے چکے ہو وجود، صحت، دماغ، عقل، آنکھیں، زبان، کان، یہ بے شمار نعمتیں تمہارے پاس ہیں یہ تم لوگوں کو وہ پہلے ہی عطا کر چکا ہے اگر تمہاری ہزار برس عمر ہو اور تم ہزار برس سجدوں میں گزار دو تو ایک نعمت کی قیمت ادا نہیں کر سکتے آخرت میں جو دے گا وہ اس کا انعام ہے یہ تمہاری اجرت نہیں بنتی تمہارا حق نہیں بنتا یہ اس کی عطا ہے اور دنیا میں بھی دیتا ہے آخرت میں جو دے گا وہ اس کا کرم ہے جو دنیا میں بھی انعام فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ جب اللہ اکبر کہہ کر صلوٰۃ ادا کرتے ہیں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اس سے اپنا تعلق قائم کرتے ہیں تو وہ ایک ایسا رشتہ بن جاتا ہے کہ آپ کا کردار سدھر جاتا ہے۔ آپ جھوٹ نہیں بولتے آپ کم نہیں تولتے آپ رشوت نہیں کھاتے آپ ناجائز قتل نہیں کرتے آپ کسی کو ایذا نہیں دیتے اور اگر حال یہ ہے کہ کوئی مسجد میں ہے تو قتل ہوجاتا ہے کوئی سجدہ ریز ہے تو قتل ہوجاتا ہے کوئی عدالت میں کھڑا ہے تو قتل ہوجاتا ہے کوئی پولیس کے تحفظ میں ہے تو قتل ہوجاتا ہے کوئی بازار میں ہے تو قتل ہوجاتا ہے ایک قتل عام شروع ہے یہ کیا ہے؟ یہ اللہ کا عذاب ہے جس کسی قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کسی قوم میں بدکاری زیادہ ہوتی ہے تو جو عذاب اس پر آتا ہے وہ یہ ہے کہ قتل عام بڑھ جاتا ہے وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاتے ہیں اور جسے ہم آج تہذیب کہتے ہیں جس کے مقابلے میں دین کی بات کی جائے تو کہتے ہیں کہ یہ تو بیوقوف ملاں ہمیں چودہ سو سال پہلے کے زمانے میں لے جانا چاہتے ہیں یہ تہذیب حاضرہ کی دین ہے کہ ہم قتل عام میں ملوث ہیں۔ ہر بندہ دوسرے کا جانی دشمن ہے یہ عذاب الٰہی ہے اللہ دلوں میں دشمنی پیدا کر دیتے ہیں جب لوگ بدکار ہوجاتے ہیں برائی میں بدکاری میں ملوث ہوجاتے ہیں اگر ہماری تہذیب ہمیں یہاں لے آئی ہے کہ بیٹی ناچے اور باپ بیٹھ کر تالیاں بجائے بہن ناچ رہی ہو اور بھائی اس پر فخر کر رہا ہو عورتیں بازار میں برائی کر کے پیسہ لے آئیں اور مرد اس سے جوئے کھیلیں جس قوم کا یہ عالم ہو اسے تہذیب سمجھا جائے گا وہ قوم قتل عام کے عذاب میں مبتلا ہوگی یہ فیصلہ ہے قدرت کا اور اس کی خبر دی ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے آج کہا یہ جاتا ہے کہ دہشت گردی کی Root cause تلاش کرو سارے لوگ اردو اور انگریزی میں بولتے ہیں ہمارا حکمران طبقہ یا تو ساری انگریزی بولتا ہے اور اگر اردو میں بات کرتے ہیں تو آدھے سے زیادہ انگریزی بولی جاتی ہے خیال یہ ہے کہ پاکستان کے بسنے والے لوگ اردو کم سمجھتے ہیں زیادہ پڑھے لکھے ہیں زیادہ انگریزی ہی سمجھتے ہیں یا پھر یہ چاہیے کہ ان بیوقوفوں کو بات سنانے کا کیا فائدہ ہے وہی سن سکے جو انگریزی سمجھ سکتا ہے اس لئے انگریزی میں بات کرتے ہیں۔ اردو میں Root cause کا ترجمہ ہوگا بنیادی سبب یعنی اصل باعث اس کا کیا ہے؟ بنیادی سبب کیا ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دہشت گردی کا بنیادی سبب بدکرداری ہے۔ جب لوگوں میں بے حیائی اور زنا عام ہوجاتا ہے وہ قوم خانہ جنگی اور آپس کی قتل و غارت گری میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ لہٰذا خود کو ان لوگوں پر قیاس مت

کرو جن پر کافروں نے حملہ کیا اور وہ مقابلہ کر رہے ہیں وہ تو جہاد کر رہے ہیں۔ ہم کس کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ ہم بازاروں میں قتل عام کر کے کون سا جہاد کر رہے ہیں؟ ہم مسجد میں بم پھینک کر کون سا جہاد کر رہے ہیں؟ ہم مختلف گھروں کو آگ لگا کے کون سا جہاد کر رہے ہیں؟ دوسروں کو لوٹ کر کون سا جہاد کر رہے ہیں؟ یہ جہاد نہیں عذاب الٰہی ہے اور جسے حکمران بالا Root cause روٹ کاز کہتے ہیں میں اسے بنیادی سبب کہتا ہوں آج کے تمام عذابوں کا بنیادی سبب آپ کے نائٹ کلب ہیں۔ آپ کے شراب خانے ہیں آپ کی بے حیائی ہے جو رات دن ٹیلی ویژن پر دکھائی جاتی ہے اس کا بنیادی سبب وہ بے حیائی ہے جو آپ دلوں کو دکھاتے ہیں اور اب تو تہذیب بہت ترقی کر گئی ہے اب تو کل میں خبر سن رہا تھا کہ پاکستان میں بھی مقابلہ حسن ہوگا اور نوجوان بچیوں کا مقابلہ کرایا جائے گا کہ ملکہ پاکستان کون ہے؟ اور جب ملکہ حسن کا انتخاب ہوگا تو قتل عام بھی عام ہوگا گھبراتے کیوں ہو؟ ایک آدمی آگ جلاتا ہے پھر شکوہ کرتا ہے کمرے میں دھواں بھر گیا گھر کو آگ لگ گئی آگ تو تم نے خود جلائی تھی بھئی دھواں بھی دے گی جو چیز اس کے قابو میں آئے گی اسے جلائے گی بھی لیکن اسے لگایا کس نے تھا تو بنیادی سبب تلاش کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو جو ہو چکا ہے اس کی معافی مانگو وہ بہت کریم ہے آج بدل جاؤ آج واپس آ جاؤ تو معاف کر دے گا۔ نوحؑ نے قوم سے بات کرتے ہوئے کہا تھا

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲ (سورۃ نوح) لوگو! توبہ کر لو وہ بہت کریم ہے اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا بہت بخشنے والا ہے تمہارے گناہ اس کی بخشش کو عاجز نہیں کر سکتے۔ جب تم توبہ کرو گے وہ تم پر آباد کرنے والی بارشیں برسائے گا تم کو نیک اولاد دے گا۔ تم کو مال دے گا۔ دنیا میں بھی تم خوشحال ہو گے تو صاحب اقتدار بھی بن جاؤ گے تمہارے خاندان بھی آباد ہو جائیں گے اور آخرت بھی سدھر جائے گی لیکن قوم نہ مانی تو غرق ہو کر تباہ ہو گئی۔

آج ہمارے پاس بھی موقع ہے اور وہی بات ہم سب کو یاد کرنی چاہیے اس پر عمل کرنا چاہیے اور دوسرے بھائیوں تک پہنچانی چاہیے اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ توبہ کا مطلب یہ نہیں ہوتا زبانی توبہ توبہ کہہ دی جائے توبہ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو برائی کر رہے ہو وہ چھوڑ دی جائے ترک کر دی جائے اللہ سے معافی مانگی جائے اور آئندہ سے اپنے کردار کی اصلاح بھی کی جائے۔ اور اللہ سے نیکی کی توفیق بھی طلب کی جائے، عملی زندگی میں تبدیلی لانے کو توبہ کہتے ہیں ورنہ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ شراب کا گلاس بھر کے سامنے رکھ لیتے تھے اور کہتے تھے توبہ توبہ زبان سے توبہ کہتے رہتے تھے اور شراب پیتے رہتے تھے۔ یہ توبہ نہیں ہوتی یہ اس کی بارگاہ میں گستاخی اور مذاق شمار ہوتا ہے اس کا پتہ تو اس وقت چلے گا جب وہ حساب لے گا پھر بندے کو سمجھ آئے گی کہ میں کیا کرتا رہا تو اس سے پہلے کہ مزید حالات خراب ہوں، اس سے پہلے کہ مزید قتل و غارت گری ہو، اس سے پہلے کہ ہم مزید لوگوں پر ماتم کریں، اس سے پہلے کہ بے شمار ماؤں کی گود اجڑے، اس سے پہلے کہ بے شمار اونچے اونچے سر پکے ہوئے پھلوں کی طرح کٹ کر زمین پر گریں، اس سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ اپنی اصلاح کرو۔ اپنے کردار کو درست کرو اور اس کی Root cause یہی ہے۔ یہ Root cause عام لفظ ہے۔ ہر وقت ٹی وی والوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ لیکن یار میں بڑا حیران ہوتا ہوں کہ پرسوں بڑا حادثہ ہوا۔ جہاز گر گیا، ڈیڑھ سو سے زائد لوگ آن واحد میں لقمہ اجل ہو گئے۔ ان میں بچے بھی تھے، بوڑھے بھی تھے، بزرگ بھی تھے، نو بیاہتا جوڑے بھی تھے، ظاہر ہے ان میں کچھ لوگ خطا کار ہوں گے تو یقیناً کچھ نیک لوگ بھی ہوں گے، اچھے بھی ہوں گے باحیا بھی ہوں گے، آنِ واحد میں ایک مخلوق لقمہ اجل بن گئی، اب تین دن

سے ان پر بڑی باتیں ہو رہی ہیں۔ آپ کوئی چینل ٹی وی کا کھولیں اسی پر بحث ہو رہی ہے لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ کسی ایک بندے کے منہ سے نہیں نکلا کہ ہمیں توبہ بھی کرنی چاہیے، اپنی اصلاح بھی کرنی چاہیے۔ اللہ کی طرف سے ہم پر عذاب آ رہے ہیں۔ ہر طرف سے بارش ہوتی ہے تو بجائے آباد ہونے کے زمینیں غرقاب ہو رہی ہیں بندے بھی ڈوب کر مر رہے ہیں جانور بھی مر رہے ہیں۔ جو باعث رحمت تھی ہمارے لئے باعث مصیبت بن گئی ہے نہیں ہوتی تو پیاس سے مرنے لگ جاتے ہیں بازار میں جاتے ہیں تو قتل ہو جاتے ہیں گھر میں بیٹھتے ہیں تو قتل ہو جاتے ہیں تو یہ اتنا قتل عام جو ہو رہا ہے تو ہم اللہ سے توبہ کریں۔ اللہ سے بخشش چاہیں اس سے سلامتی کی استدعا کریں۔ میں نے ان تین دنوں میں کسی کے منہ سے یہ بات نہیں سنی کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ ایک دوسرے پر الزام لگائے جا رہے ہیں کوئی کہتا ہے جہاز پرانا تھا کوئی کہتا ہے پائلٹ ریٹائرڈ تھا انہوں نے پھر سے رکھ لیا تھا پھر کسی اور پہ الزام لگایا جاتا ہے ائرپورٹ والوں نے ٹرمینل نے ایک دوسرے پر الزام لگائے جا رہے ہیں یہ سوچنے کو کوئی تیار ہی نہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ بھی کرنی چاہیے یہ بدبختی کی حد ہے یہ بدنصیبی کی انتہا ہے لوگو اللہ کی طرف رجوع کرو اس کی بارگاہ میں آؤ اور اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرو۔ اپنا کردار تبدیل کرو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ جس قوم کو ایمان نصیب ہے اسکے لئے تو بارشوں کے برسنے میں روئیدگی میں پھلوں کے پکنے میں غلے اور دانے میں سارے نظام کے ایک ایک کام میں اس کی عظمت کی بے شمار دلیلیں ہیں۔

ہر گیاہ کہ از زمین روئید
وحدۂ لاشریک لا گوئید

ہر تنکہ اس کی توحید یہ گواہی دے رہا ہے پھول اسکی توحید پہ گواہی دے رہا ہے ہر پتہ اس کے لاشریک ہونے پہ گواہ ہے لیکن لوگ اتنے کم حوصلہ ہیں وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ جنوں کو اللہ کا شریک کر لیتے ہیں۔ بے شمار مخلوق ہے جس کو لوگوں نے فرضی عامل کا نام رکھ کر پروفیسر کا روپ دھار کر اور کبھی پیر کا حلیہ بنا کر اور کبھی مولوی کا حلیہ بنا کر اس میں پھنسا رکھا ہے کہ آپ کا یہ کام جنوں سے کرا دیں گے لو اور تماشہ دیکھو اور یہ قوم اتنی اللہ سے دور ہو چکی ہے کہ جو یہ کام کرتے ہیں ان کے ہر اخبار میں ہفتہ وار ایک رسالہ بھی آتا ہے جسے یہ ویکلی ایڈیشن کہتے ہیں اس میں پورے پورے صفحے کا اشتہار ہوتا ہے کہ بھئی میرے پاس آؤ میں تمہارا یہ سارا کام جنوں سے کرا دوں گا یار کسی میں اتنا سوچنے کی فرصت نہیں کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے پچاس یا پانچ سو روپے دے دو میں تمہارا پانچ کروڑ کا کام کرا دوں گا تو بندہ یہ سوچ کہ یہ پانچ سو روپے مجھ سے کیوں مانگتا ہے اپنا پانچ کروڑ ادھر سے لے لے مجھ سے پانچ سو لیتا ہے اور مجھے جنوں سے پانچ کروڑ کا کام کرا کر دینے کا کہتا ہے تو یہ بے وقوف ہے یہ پانچ کروڑ مجھے دیتا ہے اور پانچ سو لیتا ہے اگر اس کے بس میں ہے تو پانچ کروڑ خود کیوں نہیں لیتا تو بات سمجھ میں آ جائے تو یہ سارا جھوٹ ہے۔ اگر اس کے بس میں ہوتا پانچ کروڑ لینا تو آپ کو دلانے کی بجائے خود لیتا۔ روٹی کھانے میں تو آپ کی شیرینی کا محتاج ہے بچے پالنے میں تو آپ کے دیئے ہوئے پیسوں کا محتاج ہے گھر بنانے میں تو آپ کے پیسوں کا محتاج ہے آپ کو کہتا ہے کہ آپ کا سارا کام میں جنوں سے کرا دیتا ہوں کمال ہے بھئی کلمہ پڑھنے کے بعد تو ہمارا کارساز تو وہ وحدۂ لاشریک ہے جن کیا حیثیت رکھتا ہے اللہ کریم فرماتا ہے وَخَلَقَهُمْ تم انہیں میرا شریک بناتے ہو جنہیں میں نے خود پیدا کیا ہے جو پیدا ہونے میں اپنے وجود میں میرے محتاج ہیں انہیں میرے برابر کرتے ہو مخلوق کو خالق کے برابر کر لیتے ہو لیکن یاد رکھو ہم زبان سے نہیں کہتے عمل ہمارا یہی ثابت کرتا ہے کہ ہم کروڑوں روپے روزانہ ان عاملوں کو دیتے ہیں کہ ان کے پاس اتنا پیسہ جمع ہو جاتا ہے کہ وہ لاکھوں کا تو ہر ہفتے اشتہار دیتے

ہیں تو اسکا ایک معیار ہوتا ہے کہ جتنا نفع آتا ہے تو اس پر دو فیصد تو اشتہاروں پہ خرچ کئے جائیں یہ ان کا ایک معیار ہے۔ ایک دفعہ چند سال پہلے ایک کمپنی نے بڑھا کر اسے چار فیصد کر دیا تھا تو پورے پاکستان میں شور ہو گیا تھا کہ یہ زیادتی کر رہے ہیں دوسروں کو بھی خراب کریں گے انہیں واپس دو پرسنٹ پہ آنا چاہیے تو اگر یہ جھوٹے جنات کے عامل ہر ہفتے لاکھ روپے کا بھی اشتہار دیں تو اس کا مطلب ہے ان کی مہینے کی کمائی کا چار لاکھ روپے جو ہے یہ دو فیصد ہے۔ یار یہ پیسے انہیں کون دیتا ہے؟ سارے آج کے مسلمان ہی ہیں جو کلمہ بھی پڑھتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور کام کرانے کے لئے جنوں والوں کے پاس جاتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں جن تیرے کارساز نہیں ہیں جن تو خود عاجز مخلوق ہے وَخَلَقَهُمْ میں نے انہیں پیدا کیا ہے۔ یہ میری مخلوق ہے تم انہیں میرے برابر کہاں بٹھا رہے ہو سب کے کام تو میں نے کرنے ہیں مجھ سے مانگو میری بارگاہ میں درخواست کرو اور تمہارے اتنے کام میں کرتا ہوں جو تم جانتے ہی نہیں۔ ساری عمر تم آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہو تمہیں تب اندازہ ہوتا ہے جب وہ تم سے چھین لیتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ بینائی کتنی بڑی نعمت ہے ساری عمر ان دانتوں سے کھاتے ہو ایک دانت میں ذرا سا درد ہو جائے تو سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ کتنی بڑی نعمت تھی اس میں اور تکلیف ہو تو کتنا دکھ ہوتا ہے کتنی نعمتیں ہیں جو میں نے دے رکھی ہیں تمہیں ان کا احساس ہی کوئی نہیں اور پھر تم میری بارگاہ چھوڑ کر جنوں کے پیچھے بھاگ رہے ہو لیکن یہ جتنے ہمارے نام نہاد پیر اور بعض مولوی بھی اللہ معاف کرے اور یہ جو عامل کہلاتے ہیں جب ان آیات پہ گزرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ کافروں کے لئے ہیں ارے بھائی برائی تو برائی ہے کافر کرے تو برائی مسلمان کرے تو دس گنا زیادہ برائی ہے کہ یہ کلمہ پڑھنے کے بعد پھر برائی کیوں کرتا ہے۔ برائی برائی ہے کافر کرے تو بھی برائی ہے لیکن وہی برائی جب مسلمان کرتا ہے تو اس کا جو ہے برا ہونا اس میں زیادتی ہو جاتی ہے کہ یہ کلمہ پڑھنے کے بعد ایمان لانے کے بعد اب پھر یہ برائی کیوں کر رہا ہے۔

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ بعض جاہلوں نے اس کے لئے بیٹے تصور کر لئے عیسائیوں نے کہا عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں یہودیوں نے کہا عزیر ابن اللہ (سورۃ التوبہ آیت 30) عزیر اللہ کے بیٹے ہیں "بغیر علم" فرمایا ان پر کوئی علمی دلیل کہیں سے کوئی نہیں لایا بغیر دلیل کے بغیر کسی ثبوت کے بغیر کسی وجہ کے خوامخواہ اللہ کے لئے اولاد تجویز کر دیتے ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وہ ذات پاک ہے بہت بلند ہے نہ کوئی اس کا ہمسر ہے نہ اس کا کوئی برابر کا ہے نہ اس کا کوئی ماں باپ ہے نہ اس کا کوئی بیٹا بیٹی ہے وہ واحد ہے وہ لاشریک ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ وہ واحد ہے لاشریک ہے کوئی اسکا بیٹا بیٹا ماں باپ نہیں ہے کوئی اس کی برابری کی ہستی نہیں ہے وہ واحد و لاشریک ہے سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ یہ جو باتیں گھڑتے ہیں ان سب سے بلند و بالا ہے اور ان سب باتوں سے ان کی ذات پاک و ماوراء ہے۔

سو میرے بھائی اسلام کی بنیاد توحید باری کے ساتھ وابستہ ہو جانا ہے اور اپنی عملی زندگی سے یہ ثابت کرنا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ کے رسول ﷺ کا امتی ہوں وہ کروں جس کی اجازت میرا اللہ دے گا اللہ کا رسول ﷺ دے گا اور جہاں سے میرا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ روک دے میں وہاں سے رک جاؤں گا۔ نفع ہو یا نقصان کوئی بت کوئی جن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا نفع ہو گا تو اللہ کی طرف سے نقصان ہو گا تو میری کسی کوتاہی کا نتیجہ ہے اگر مجھے فائدہ ہوتا ہے تو میرے رب کا انعام ہے اگر میرا نقصان ہوتا ہے تو یقیناً میری کسی کوتاہی کا نتیجہ ہے مجھے اپنی اصلاح کی کوشش کرنی ہو گی۔

اللہ کریم ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے ہماری توبہ قبول بھی فرمائے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق بھی دے۔ اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس پر عدل و انصاف کی حکومت قائم فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فنا فی الرّسولؐ کا عملی نمونہ

فیض الرحمٰن اسلام آباد

ویسے تو ہر مسلمان کے لئے اتباع رسول اللہ ﷺ اشد ضروری ہے لیکن ذاکرین حضرات کے لئے اتباع نبی کریم ﷺ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور خصوصاً وہ ذاکرین جن کو اللہ تعالیٰ نے روحانی بیعت اور فنافی الرسول جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہو۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا غرضیکہ دن رات کا ہر فعل سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہونا چاہیے۔ جب اعمال کی یہ کیفیت ہوجائے گی تب وہ ذاکر صحیح معنوں میں فنافی الرسول کا چلتا پھرتا نمونہ بن جائے گا۔ علاوہ ازیں ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں کے برابر ہوتا ہے۔ جب بندہ پوچھ پوچھ کر اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہر کام کو سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کرے گا تو اس سے بعض افعال ایسے بھی ہونے کا امکان ہے جو مردہ سنت کو زندہ کرنے کے مترادف ہوں گے۔ لہٰذا سو شہیدوں کا ثواب الگ ملے گا۔ وضو اور نماز وغیرہ کا سنت طریقہ تو آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جو سالک یہ نیت کرے۔ کہ آئندہ ہر کام سنت نبوی ﷺ کے مطابق کیا کرے گا۔ اس کو تمام تفاصیل ڈھونڈنے میں دشواری کا سامنا ہوگا۔ اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے معمولات زندگی کے بارے میں ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ معلومات یکجا کردی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

سر میں تیل لگانا اور کنگھی کرنا:

۱۔ شیرازی نے القاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند حسن لغیرہ روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جب سر میں تیل لگانے کا قصد فرماتے تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں اس کو رکھتے پھر بھوؤں سے لگانا شروع کرتے۔ پھر دونوں آنکھوں پر لگاتے پھر سر پر لگاتے۔ (بہشتی زیور)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے۔ اور اپنی ریش مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرت استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔ (شمائل ترمذی)

۳۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کنگھی کرنے کو منع فرماتے مگر گاہے گاہے۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ گاہے گاہے سے مراد تیسرا دن ہے۔ ابوداؤد شریف میں ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ سے روزانہ کنگھی کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت بطور کراہت تنزیہی کے ہے اور اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب بالوں میں پراگندگی نہ ہو پراگندگی کی صورت میں روزانہ کنگھی کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (شمائل ترمذی)

۴۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے روزانہ تیل لگانے اور کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (غنیۃ الطالبین از شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے وضو کرنے، کنگھی کرنے، جوتا پہننے میں دائیں کو مقدم رکھتے تھے۔ یعنی پہلے دائیں جانب کنگھا کرتے پھر بائیں جانب۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ: ان تین چیزوں کی جو حدیث میں بیان کی گئی ہیں کچھ قید نہیں۔ یہ ایک اصول ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے اور نکالنے میں بایاں۔ جیسے کرتہ، پاجامہ، جوتا وغیرہ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں جیسے بیت الخلاء جانا، اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہیے۔ اور نکلتے وقت دایاں۔ مسجد چونکہ بزرگی کی جگہ ہے اس میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں مقدم ہونا چاہیے اور نکلتے وقت بایاں۔ (شمائل ترمذی)

آنکھوں میں سرمہ ڈالنا:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اس لئے کہ وہ بینائی کو تیز کرتا ہے۔ اور پلکیں بھی زیادہ اُگاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ یہ بھی کہتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

مسواک کرنا:

۱۔ حدیث شریف میں آیا ہے "مسواک منہ کو صاف اور پروردگار کو خوش کرتی ہے" بالخصوص فرائض کو بجالانے کے موقع پر مسواک مستحب ہے۔ کہتے ہیں مسواک کے بعد نماز پڑھنے کو بغیر مسواک کی نماز پر ستر گنا زیادہ فضلیت حاصل ہے۔ بعض کے نزدیک یہ قول حدیث نبوی ہے (عوارف المعارف از عمر بن محمد شہاب الدین سہروری)

۲۔ حکیم ترمذی نے حضرت عبداللہ بن کعب سے نوادر الاصول میں بسند حسن روائت کی ہے کہ آپ ﷺ جب مسواک کر چکتے تو جو شخص بڑا ہوتا اس کو عنائت فرمادیتے اور جب پانی وغیرہ پیتے تو بچا ہوا پانی اس شخص کو عنائت فرماتے جو آپ ﷺ کی داہنی طرف ہوتا۔ (بہشتی زیور)

ناخن تراشنا:

حمید بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے روائت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ناخنوں کو بے ترتیب کاٹنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹتا ہے بیماری اس سے دور رہتی ہے۔ ناخنوں کا بے ترتیب کاٹنا اس طرح سے ہے کہ پہلے دائیں ہاتھ کی چھنگلی کے ناخن (سب سے چھوٹی انگلی کو چھنگلی کہتے ہیں) کاٹے اس کے بعد بیچ کی انگلی کے اور پھر انگوٹھے کے بعد ازاں اس انگلی کے کاٹے جو چھنگلی کے پاس ہے پھر انگشت شہادت کے، جب بائیں ہاتھ کے کاٹنے لگے تو انگوٹھے سے شروع کرے پھر درمیان والی انگلی کے پھر چھنگلی کے اس کے بعد شہادت والی انگلی کا پھر اس کا ناخن اتارو جو چھنگلی کے پاس ہے۔ جب ناخن کٹ جائیں تو انگلیوں کے سروں کو دھو دینا چاہیے اور جو ناخن کاٹے گئے ہیں وہ دفن کر دینا چاہیے۔ (غنیۃ الطالبین از شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

شرم گاہ اور بغل کے بال صاف کرنا:

ہر ہفتہ نہا دھو کر ناف سے نیچے اور بغل وغیرہ کے بال دور کر کے بدن کو صاف ستھرا کرنا مستحب ہے۔ ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرہویں دن سہی زیادہ سے زیادہ چالیس دن اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ اگر چالس دن گزر گئے اور بال صاف نہ کئے تو گناہ ہوگا (بہشتی زیور)

خوشبو لگانا:

۱۔ ابن عساکرؒ نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر و اور حضرت قاسم بن محمدؒ سے بطریق مرسل صحیح روائت کی ہے کہ جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ برتن لایا جاتا تھا جس میں خوشبو دار تیل ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیل میں انگلیاں تر فرما لیتے پھر اس کو جہاں لگانا ہوتا ان انگلیوں سے استعمال فرماتے تھے۔ (بہشتی زیور)

۲۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہییں تکیے، تیل خوشبو اور دودھ۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ: ان چیزوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ہدیہ دینے والے پر بار نہیں ہوتا اور لوٹانے سے بعض اوقات اس کو رنج ہوتا ہے۔ (شمائل ترمذی)

۳۔ ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ تابعی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے اس کو چاہیے کہ لوٹائے نہیں اس لئے کہ (اس کی اصل) جنت سے نکلی ہے۔ (شمائل ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں آمین۔

لباس و پوشاک:

۱۔ حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے (شمائل ترمذی)

۲۔ حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ: علماء نے حدیث نمبر ایک اور دو کے تعارض کی مختلف توجیہیں کی ہیں سب سے سہل یہ ہے کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا۔ اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر۔ (شمائل ترمذی)

۳۔ ابورمثہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضوا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

۴۔ سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو اس لئے کہ وہ زیادہ پاک وصاف رہتا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔ (شمائل ترمذی)

۵۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اظہار مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ہے ایسے ہی عمامہ اور چادر وغیرہ (شمائل ترمذی)

۶۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ (شمائل ترمذی)

۷۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کپڑا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع کرتے (یعنی کرتے کی داہنی آستین پہلے پہنتے) اور یہ دعا پڑھتے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ'' ترجمہ (شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے وہ کپڑا عطا کیا جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں اور لوگوں میں زینت و تجمل حاصل کروں اور جب کوئی کپڑا اتارتے تو پہلے بائیں جانب سے نکالتے۔ (آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

۸۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس کے بارے میں کوئی اہتمام و تکلف نہ تھا۔ جو کپڑا تہبند، چادر، کرتہ یا جبہ وغیرہ مل گیا اسی کو زیب تن فرما لیا۔ (آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض مبارک کی گھنڈیاں اکثر لگی رہتی تھیں۔ بعض اوقات نماز میں اور کبھی کبھی نماز کے علاوہ کھلی بھی رہتی تھیں۔ (آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۰۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بڑی چادر پہنتے تھے اور کوئی کپڑا اس کے نیچے نہ ہوتا تھا۔ (آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۱۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دوہری چادر تھی جس کو آپ استعمال فرماتے اور ارشاد فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہوں۔ ایسا ہی لباس پہنتا ہوں جیسا غلام پہنا کرتا ہے۔ (آداب النبی ﷺ)

۱۲۔ بعض اوقات آپ ﷺ صرف ایک تہبند استعمال فرماتے تھے جس کی گرہ پشت پر دونوں شانوں کے درمیان لگاتے تھے۔ (آداب النبی ﷺ)

۱۳۔ بعض اوقات آپ ﷺ صرف ایک کپڑے میں نماز ادا فرماتے تھے جس کو تہبند کے طور پر باندھ کر بچے ہوئے حصہ کا ایک گوشہ بطور چادر استعمال فرماتے تھے اور دوسرا گوشہ بعض ازدواج مطہرات پر ڈال دیتے تھے۔ (آداب النبی ﷺ)

۱۴۔ جمعہ کے لئے آپ کے دو کپڑے مخصوص تھے جو صرف جمعہ کے وقت زیب تن فرماتے تھے بعد میں لپیٹ کر رکھ دیئے جاتے تھے۔ (آداب النبی ﷺ)

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کے سب کپڑے کرتہ، قباء، چادر وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے۔ اور تہبند اس سے بھی اوپر نصف ساق تک رہتا تھا۔ (آداب النبی ﷺ)

۱۶۔ مناوی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا کرتہ زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اس کی آستینیں لمبی ہوتی تھیں۔ دوسری حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا کرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے۔ (شمائل ترمذی)

بستر و تکیہ اور سونے کا طریقہ:

۱۔ امام احمد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے بسند حسن حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں خرما کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بہشتی زیور)

۲۔ طبرانی نے حضرت حفصہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جب سونے کو لیٹتے تھے تو اپنے داہنے ہاتھ کو داہنے رخسار کے نیچے رکھ لیتے تھے۔ (بہشتی زیور)

۳۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو پڑھتے تھے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا (ترجمہ: یا اللہ تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا (یعنی سوکر اٹھوں گا) اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی پاک ذات کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے)۔ (شمائل ترمذی)۔

۴۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہر شب جب بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کر ان پر دم فرماتے اور سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۂ فلق اور والناس) پڑھ کر تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں جہاں ہاتھ جاتا تھا پھیر لیا کرتے تھے۔ تین مرتبہ ایسے کرتے سر سے ابتداء فرماتے اور پھر منہ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر۔ (شمائل ترمذی)

۵۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ۔ (ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے شکم سیر فرمایا اور سیراب کیا اور ہماری مہمات کے لئے خود کفایت فرمائی اور سونے کے لئے ٹھکانا مرحمت فرمایا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ کوئی ٹھکانہ دینے والا ہے۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ: نبی کریم ﷺ سے سونے کے وقت مختلف دعائیں پڑھنا

ثابت ہے ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورۃ سوتے ہوئے پڑھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ حفاظت کے لئے مقرر کر دیا جاتا ہے نیز آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کے پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ ایک صحابیؓ کا قول ہے کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوتے وقت ہمیشہ سورۂ قل یاایھا الکفرون پڑھ کر سویا کرو۔ (شمائل ترمذی)

۶۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ سوئے اور خراٹے لینے لگے حضور اکرم ﷺ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے پس حضرت بلالؓ نے آ کر تیاریٔ نماز کی اطلاع دی۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے اور نماز پڑھالی۔ وضو نہیں کیا۔

فائدہ: انبیاءؑ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی نیند ناقص وضو نہیں ہوتی۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے وضو نہیں فرمایا۔ اور اس کی وجہ حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ سونے کی حالت میں انبیاءؑ کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا وہ جاگتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے انبیاءؑ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے کہ شیطان کے اثر سے وہ محفوظ ہوتے ہیں۔

ٹوپی اور عمامہ:

۱۔ حضور اکرم ﷺ عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے بھی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں ایک ٹوپی سفید سوئی سے کام کی ہوئی تھی اور ایک ٹوپی یمنی چادر سے بنی ہوئی اور ایک ٹوپہ کانوں والا جس کو سفر میں استعمال فرماتے تھے اور بعض اوقات اس کو نماز پڑھنے کے وقت آگے رکھ دیتے تھے۔ (آداب النبی ﷺ)

۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ (شمائل ترمذی)

۳۔ عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

۴۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے۔ نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ عبیداللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمرؓ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ (شمائل ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت رسول ﷺ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(باقی اگلی قسط میں انشاء اللہ تعالیٰ)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دعائے مغفرت

☆ سلسلہ کے ساتھی محمد فیاض ڈرائیور (کوٹ نجیب اللہ، ہری پور) کی والدہ ماجدہ

☆ سلسلہ کے ساتھی محمد طیب (شکارپور سندھ) کے بھائی محمد ملوک جو کہ سلسلہ کے ساتھی تھے وفات پا گئے

☆ سلسلہ کے ساتھی ذکاء اللہ جان اور ثناء اللہ جان (اسلام آباد) کے والد محترم

☆ پرانے ساتھی بابا احمد دین (سیالکوٹ) فوت ہو گئے

☆ سلسلہ کے ساتھی ماسٹر رشید احمد (ہیڈ مرالہ سیالکوٹ) کا جواں سال بیٹا

☆ کوئٹہ کے ساتھی محی الدین کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں

☆ ان سب ساتھیوں کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سوال و جواب

03-08-09

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال: یہ مولانا سکندر صاحب کا سوال ہے۔ فرماتے ہیں سلسلہ کے بارے اچھی باتیں پڑھنے کا موقع ملا۔ دعا کی درخواست ہے۔ یہ طریق اہل علم کا ہے۔ لطائف اور مراقبات پر کچھ روشنی ڈالیے گا کہ ان کے عبادات پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: حضرت! بات یہ ہے کہ جب قلب ذاکر ہو جائے یا لطائف روشن ہو جائیں تو پھر عبادات اور اطاعت محض مجبور ہو کر نہیں کی جاتی بلکہ اس میں دل شامل ہو جاتا ہے۔ جس طرح ظاہری بدن کو غذا کی بھوک لگتی ہے۔ دوا کی ضرورت پیش آتی ہے اسی طرح دل کی دوا اور غذا اللہ کا ذکر ہے۔ اس سے روح کا احساس زندہ ہو جاتا ہے۔ عبادات بوجھ نہیں بنتیں بلکہ فجر ادا کریں تو ظہر کا انتظار رہتا ہے کہ کب لذت وصال نصیب ہو۔ پھر حضورِ حق نصیب ہو اور دل ساتھ نہ دے تو آدمی صلوٰۃ کا حق بھی ادا نہیں کرتا۔ بھاگتے دوڑتے وضو کیا آدھے اعضاء گیلے آدھے خشک رہ گئے۔ اسی طرح جلدی جلدی اٹھک بیٹھک کر لی۔ جتنی دیر مسجد میں رہے دل بازار میں رہا پیچھے کی فکر ستاتی رہی یعنی ایسی بے حضوری کی عبادت اداکاری جیسی ہے۔ جب دل پر غفلت اور گناہ کا غبار ہو تو یہی حالت ہوتی ہے اور جب دل روشن اور لطائف منور ہو جائیں تو دل ساتھ دینے لگ جاتا ہے۔ رکوع و سجود میں واقعتاً روحانی غذا نصیب ہوتی ہے بندے کو عبادات کی بھوک لگنے لگ جاتی ہے۔ نفل پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ گناہ کی تلخی محسوس ہوتی ہے۔ نیکی کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ غلطی ہو جائے تو احساسِ ندامت گھیر لیتا ہے۔ بندہ توبہ کرتا ہے۔ رجوع الی اللہ کرتا ہے۔ اصلاحِ احوال میں کوشاں ہوتا ہے۔

مراقبات کی بات یہ ہے کہ ابتدائی مراقبہ احدیت ہے، نصیب ہو جائے تو توحید باری پر ایک پختہ یقین بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ اس میں سے شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ عظمت الٰہی کا اقرار دل میں بھی جاگزیں ہو جاتا ہے۔ معیت کا مراقبہ نصیب ہو جائے تو ایک احساس زندہ ہو جاتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ میری ضروریات کے لئے کافی ہے۔ میرے سجدے قبول فرما رہا ہے۔ مجھے اس کے سامنے اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح اقربیت میں ایک احساس قرب ہوتا ہے جو زندگی میں نہ صرف اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ خلوص قلبی بھی شامل کر دیتا ہے اور اسے بارگاہ الٰہی کے قرب کا احساس عطا ہوتا ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے ایک کتابچہ لگا تھا "تصوف اور تعمیر سیرت" اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ مراقبات کا عملی زندگی پر کیا اثر آنا چاہیے۔

میں نے بھی رموز دل میں یہی کوشش کی ہے کہ پتہ چلے مراقبات کے عملی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دراصل مقصد تو عملی زندگی ہے۔ اسی کا حساب ہوگا عملی زندگی گزارنے کے لئے شریعت کے احکام اوامر اور نواہی ہیں۔ زندگی انہی احکامات کے مطابق بسر کرتا ہے۔ تصوف اسی شریعت کا جزو ہے۔

تصوف خلوص فی الطلب، خلوص فی النیت اور خلوص فی العمل کا نام ہے۔ یعنی بندہ اللہ کی طلب میں خالص ہو۔ عمل کی نیت خالص ہو اور عمل دل کے خلوص اور دل کی گہرائی سے کیا جائے۔

ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہر مسلمان کو نصیب کرے اور علماء کا تو

حق بنتا ہے۔ علماء تعلیمات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امین ہوتے ہیں۔ انکے پاس نبی کریم ﷺ کا عطا کردہ علوم ظاہری کا خزانہ ہوتا ہے۔ اگر وہ قلبی خلوص کی دولت حاصل کرلیں تو وہ علماء ربانیین ہوتے ہیں۔ یہ علماء کا حصہ ہے۔ علماء کو تو سب سے زیادہ حاصل کرنا چاہیے۔ جس طرح اللہ نے انہیں علم ظاہری دیا ہے اسی طرح انہیں کیفیات باطنی سے بھی بہرہ ور ہونا چاہیے۔

اللہ کریم سب کو نصیب فرمائے۔ جو خطائیں ہم سے ہوتی ہیں معاف فرمائے ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ استقامت علی الدین نصیب فرمائے۔ اللہ کی اطاعت پر خاتمہ ہو۔ اور حضور اکرم ﷺ کا اتباع نصیب فرمائے۔

سوال: مفتی جاوید صاحب کا برمنگھم سے سوال ہے کہ ان کی اپنی تحقیق کے مطابق ایک سو پچاس سالوں میں دیوبند میں کوئی اونچے درجے کا صوفی شیخ گزرا ہی نہیں۔

جواب: مفتی صاحب کو جاننا چاہیے کہ دیوبند مدرسہ کو بنے ہوئے ابھی 150 سال نہیں گزرے۔ بلکہ مدرسہ دیوبند کو بنے ہوئے ابھی 130 سال ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی تحقیق کو درست کرلیں۔

بے شمار معروف کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے جو خود بہت معروف ہے اور حضرات دیوبند اسے بہت فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ''15 محرم 1283ھ بمطابق 30 مئی 1866ء کو اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔ زمین مل جانے کے بعد مدرسہ کی عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ جب وقت آیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے تو مولانا رفیع الدین مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر نبی آخر الزماں ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ہاتھ میں عصا مبارک ہے۔ آپ ﷺ نے مولانا سے فرمایا ''شمالی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا'' اور آپ ﷺ نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیے تا کہ مدرسہ کا صحن وسیع رہے۔ خواب دیکھنے کے بعد مولانا رفیع الدین علی الصبح بنیادوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا لگایا ہوا نشان بدستور موجود پایا۔ اسی نشان پر بنیاد کھدوائی اور مدرسہ کی تعمیر شروع ہوگئی''۔ (''الہامی مدرسہ'' از مولانا قاری محمد طیب قاسمی دارالعلوم دیوبند) یہ مضمون ماہنامہ الرشید لاہور کے دارالعلوم دیوبند فروری/مارچ 1976ء جلد 4 شمارہ 2-3 صفحہ 138 تا 139 پر موجود ہے۔ کیا وجہ ہے کہ مفتی صاحب کی نظر سے یہ تحریر نہیں گزری۔

حضرت مولانا رفیع الدین تقریباً 19 برس دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے۔ 1890ء میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ اُمی محض تھے اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلوی کے خلیفہ تھے جو مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص تھے۔

اور برمنگھم کے مفتی صاحب کی تحقیق ہے کہ اہل دیوبند میں کوئی صاحب مرتبہ صوفی نہیں گزرا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکابر دیوبند میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تمام ہستیاں اعلیٰ درجہ کے صوفی اور بلند پایہ شیخ تھے۔ انہی بزرگوں کی تصانیف ہماری لائبریری میں بھی موجود ہیں۔ ان حضرات کی تصانیف اوران کے شاگردوں کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ میری تحقیق کے مطابق اہل دیوبند میں پائے کا کوئی صوفی شیخ گزرا ہی نہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔

مفتی صاحب! آج نے تحقیق کیسے کی؟ جبکہ آپ نے نہ ان بزرگوں کی تصانیف کا مطالعہ کیا نہ ان کی سوانح حیات پڑھی نہ ان کے افکار پڑھے۔ اس کے بغیر محض فرما دینا درست نہیں۔ کم از کم حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ضیا القلوب پڑھ لیتے جس میں ذکر کے مختلف طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

من الظلمت الی النور

منیر حسین بمقام ڈھڈھی تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم

زندگی کا سفر رواں دواں تھا لیکن اس کی سمت کا صحیح تعین نہیں تھا بے راہ روی کا شکار اور دین سے دوری تھی۔ اگر اسلام کے نام پر کچھ اثرات تھے تو رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور کبھی کبھار نماز کی ادائیگی تھی۔ آرمی کے اندر بطور سپاہی بھرتی ہو گیا وہاں پر بھی سوسائیٹی کے اندر تاش کھیلنا اور فلمیں دیکھنا ضروری سمجھا جاتا رہا اس طرح زندگی کے چوبیس سال بیت گئے۔ اسی دوران حافظ غلام قادری صاحب سے 2K رجمنٹ کے اندر ملاقات ہوگئی وہ بھی ای۔ ایم۔ ای کور کے اندر میرے ٹریڈ میں تھے۔ ان کے پیچھے رمضان المبارک کے اندر قرآن مکمل سننے کا موقع ملا اور انہوں نے ذکر کی بھی دعوت دی لیکن بدقسمتی سے میں اس سے دور رہا۔

17 فروری 1976 کے رات کو ہمارے صوبیدار میجر صاحب الاؤنس DMA دے رہے تھے اسی انتظار میں بیٹھے تھے میں چونکہ سپاہی تھا اس لئے میری باری کافی دیر کے بعد آنی تھی۔ نیند آنے لگی تو کمرے سے باہر نکلا اچانک خیال آیا نماز پڑھ لیتا ہوں۔ وضو کیا اور نماز کے لئے مسجد کے اندر داخل ہوا۔ اس وقت تین آدمی مسجد کے اندر بیٹھے تھے میں نے سترہ رکعات مکمل کیں اور وہ بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک آدمی جس کا نام محمد مینا بند تھا اس نے کہا ہم نے لائیٹ بند کرنی ہے اور ذکر کرنا ہے تو بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کیا میں مسلمان نہیں ہوں میں بھی ذکر کروں گا۔ ان الفاظ کے اندر خلوص تھا یا احترام تھا یہ اللہ جانتا ہے۔ یہی فقرہ میری زندگی کے اندر ایک تبدیلی کا سبب بن گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اکتا گیا کہ کب ذکر ختم ہوتا ہے۔ بار بار اٹھ جانے کا سوچا لیکن پھر وہی فقرہ مجھے شرمندگی سے بٹھا دیتا جب ذکر سے فارغ ہوئے تو اجازت لی تو وہ کہنے لگے کل آؤ گے تو میں نے بہانے بنانے شروع کر دیئے وہ کہنے لگے تمہارے مسلمانی ختم۔ میں نے پھر دوسرے دن کا وعدہ کر لیا۔ تمام دن سوچتا رہا کہ کس طریقے سے جان چھڑائی جائے۔ دوسرے دن ذکر کے بعد میں جلدی سے اٹھا اور کہا میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو وہ بزرگ کہنے لگے کل آؤ گے میں نے کافی بہانے تراشے لیکن پھر وہی فقرہ انہوں نے دھرا دیا۔ پھر میں نے کل کا وعدہ کر لیا تمام دن مختلف خیالات آتے ذکر کرنا چاہیے یا نہیں لیکن آخر کار میں اس فیصلے پر پہنچا آج ذکر کروں گا یہ وہ فیصلہ تھا جس نے میری زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ رات ذکر ختم ہوا وہ دعا مانگ رہے تھے اور میں لگاتار ذکر کر رہا تھا کافی دیر کے بعد مجھے پتہ چلا کہ ذکر کے بعد دعا بھی ہو چکی ہے۔ مسجد سے باہر نکلے تو میرے پاؤں ڈگمگا رہے تھے مجھے کچھ پتہ نہیں لگ رہا تھا ایک ساتھی مجھے کمرے میں چھوڑنے کے لئے آیا میں کمرے میں جانے کے بجائے حجام کی طرف چل پڑا۔ میں نے اس کو کہا میں نے داڑھی رکھنی ہے میرا خط بنا دو اس نے کہا سگریٹ لے لو اور چلے جاؤ میرے مہمان بیٹھے ہیں۔ تین بار کہنے کے باوجود وہ اپنی چارپائی سے نہ اٹھا اور آخر کار میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور رونے لگا آج اگر تمہارے پاس سنت رسول اللہ (داڑھی) کٹوانے کے لئے کوئی آتا تو دس روپے

آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور رونے لگا آج اگر تمہارے پاس سنت رسول اللہ (داڑھی) کٹوانے کے لئے کوئی آتا تو دس روپے لے کر کاٹ دیتے میں نے داڑھی رکھنی ہے اور تم میری بات نہیں سنتے مہمان نے اس کو کہا تم خط بنا دو اس طرح میں نے اسی رات داڑھی رکھ لی۔

پوری رات ایک انوار و تجلیات کا طوفان تھا جس نے میری آنکھوں سے نیند غائب کر دی تھی۔ جب آنکھ لگی تو میری کپڑے ناپاک ہو گئے تھے، رضائی اتار دی، ایک آگ کمرے میں لگی ہوئی تھی، رات کو اٹھا کنویں سے ٹھنڈا پانی نکالا اور غسل کیا اور کپڑے پہن کر مینابند کے پاس گیا اور ان کو اٹھایا اور کہا ذکر کرائیں۔ تہجد کے ذکر نے مجھے بالکل نیم پاگل بنا دیا۔

اب مجھے سوائے ذکر کے کوئی چیز اچھی نہیں لگ رہی تھی، اب دل کے اندر ایک تجسس تھا کہ کب حضرت جی سے ملاقات ہوتی ہے ان دنوں میں یہ لازمی سمجھا جاتا تھا کہ حضرت جی سے ملاقات سے پہلے۔ مولوی سلیمان صاحب سے ملاقات کی جائے، مولوی سلیمان صاحب سے ملنے کے بعد چکڑالہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت جی کی ملاقات نے میرے دل سے تمام سوالات تمام خیالات جو ذکر سے پہلے میرے ذہن میں تھے یک سر نکال دیئے اس دن سے اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کے ساتھ منسلک کر دیا۔

اس نیت نے مجھے شیطان کے پنجے سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کر دیا۔ آج اگر میں اپنی پہلے والی زندگی کا موازنہ نہ کروں تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ انہوں نے ہمیں جانوروں والی زندگی سے اٹھا کر انسانوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ 19 فروری 1976 کو میں نے داڑھی رکھ لی تھی اس دن سے لے کر آج تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضرت جی کی توجہ کے اثر سے اور اس نسبت کی وجہ سے نماز قضا نہیں ہوئی کئی سال گزر جاتے ہیں تہجد قضا نہیں ہوئی۔ وہ گھر جس کے اندر نماز کا فقدان تھا صبح تہجد کے لئے پانچ چھ آدمی ہوتے ہیں۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جب کوئی آدمی کسی نیک آدمی کا، نیک محفل کا غیر ارادی طور پر بھی احترام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا اس کو بہت بڑا اجر عطا فرماتے ہیں۔ دوسری بات جب کوئی آدمی کسی نیک کام کرنے کا دل کی گہرائی سے ارادہ کر لیتا ہے جس کے اندر

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹر و کیئر
Cholestro Care — Rs.200 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے مالش کے لیے

پین گو
Pain Go — Rs.100 — ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez — Rs.30 — کھانسی کیلیئے گولیاں

کیوریکس
CUREX — Rs.175 — جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلیئے کھانے کے لیے

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200
17- اویسیہ ٹاؤن شپ' لاہور فون 042-35182727

sacrifice my love for it.

This is Khaloos. It is not a commodity or a solid or a liquid that can be shown. It is a feeling, a state of the heart. It is a state like a mother, how sincere she is for her baby. She sacrifices her sleep, her food to make him sleep and be healthy. She sacrifices her comfort to give him comfort. Her devotion and Khaloos for the baby has been instilled in her nature by Allah. If this was not done how could the children be raised? In spite of this the Quran tells us of her greatness that a mother sacrifices so much you should also sacrifice for her. So a person who nurtures a body is given so much greatness then what about the magnanimity of the one who makes him successful in both the worlds. Now if we develop this feeling that we can leave one comfort in the cause of deen or sacrifice our desires in the cause of obedience to the Prophet (SAW) then this feeling is called Khaloos and the way of acquiring it is thorough Zikr Allah. The Holy Prophet (SAW) has said " Everything gets rusted so do the hearts, there is a polish for everything to remove the rust. The polish for heart is Allah's Zikr. Zikr Allah is the medicine and the food for hearts and it is their life.

When a person jumps |in a sea or river there are whirlpools. If he gets pulled into a whirlpool, he is gone forever. In this path, there are two whirlpools which are very dangerous. One is the expectation of getting something from people. This is very dangerous as man forgets Allah and pins his hopes on creation. Whereas the center of hopes is Allah and should be called upon. If hopes are pinned on people as to who brought what or what he gave me then the case is over. He must then ask for recompense from creation on the Day of Judgment, for he must go to those who were his center of hope. The second danger is that a person starts giving undue importance to himself whereas it is by Allah's favor that a person acquires excellence.

In early ages when there were no soaps there was a special mud. People washed their hair and also ladies. In maulana 'saadis' time this mud was made into small blocks soaked in scent and kept for bathing. "A friend of mine gave me the scented mud for a bath; I was very surprised by its scent".

I asked the mud "are you musk or kasturi, your scent has spellbound me."

The mud said "I am just mud I was kept for a while with the flowers. The scent is of my companion, of the flower with whom I was kept. Otherwise I am mud, the same as I was on day one". So, there is no excellence in a person. If Allah takes him to the company of some accomplished person and he also acquires something it is purely a divine favor. One must remember his true standing. I too was fortunate enough to be in the company of flowers, this scent is of those flowers, not mine.

So one must remember that if there is any excellence it is not his, and he is not worthy of it. This will inculcate humility. And if he feels that he has become an accomplished master, then this is wrong.

These are two dangerous points on this path. This 'Khaloos ' which we are discussing which determines what are the priorities and what should be done .This Khaloos can be compared with a utensil. A person holds it and stands under a waterfall, or in a river but when he come out his utensil will hold as much water as its size.

When we used to sit in the company of our shaikh it was as if we were in a river. The stations attained by Hadhrat Allah yar (RA) are the highest after Taba Tabaeen. He was like an ocean and we thought we too had an ocean. But death will tell us how much we have. This Khaloos is that utensil that when a person comes out of the river how much waters it can hold. At times the utensil slips out of the hands while standing in the river. A person who thought he was something big, need no utensil, he is doomed.

(To be Continued.....)

gain and on the other side a relationship with Allah and His Prophet (SAW). A person has to decide which of the two is important. If he takes the money and thinks that he will offer prayers and everything will be okay than this indicates that in his heart there is more importance for worldly wealth than Allah and His Prophet (SAW). When he gives more importance to worldly gain then why should Allah pay him any heed? Allah is not in any need, the one who is needy has left Allah so why should Allah bother about him.

This has been taught in a beautiful manner by the Holy Prophet (S.A.W).لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْن

You can fast, prostrate, pay zakat, do Hajj but listen carefully you cannot be a believer' unless you love me more than your parents your children and the entire human beings: (Bukhari)

Worship will only be accepted when a person has faith, (imaan). If he

has no imaan even if you take him to Makkah make him offer prayers

what good will it do. The first pre requisite is imaan. To be a believer one has to love the Holy Prophet (SAW) more than his perents, children and one's own self. The criterion for this love is that on one side is an opportunity of sin and on the otherside is the saying of the Holy Prophet (SAW) and the person ignore the saying of the Holy Prophet (SAW) then there is no love.

It is enjoyed upon to think good about people. We think good about everyone and pray that may Allah forgive everyone and shower His Mercy on every Muslim and give guidance to every muslim. What the Holy Prophet (SAW) has said is Khaloos. I was asked as to what is Khaloos? and how can it be acquired? Khaloos truly means how much you love Allah and His Beloved (SAW) and his deen. How much importance you give to these over other affairs?

Shaikh is a small but very precious link. The relationship with Allah and His Prophet (SAW) is established because of the shaikh and it breaks because of him. We haven't seen Allah, nor the Holy Prophet (SAW) and the noble companion (RAU). Someone has taught us and then only we come to know. We got connected with someone to develop our relationship with Allah and His Prophet (SAW).Now if that connection is severed how can the relationship be spared.

If a person bears personal losses but does not disobey Allah and the Prophet (SAW) he bears hardship but abstains from sin then his Khaloos is of a level where he can sacrifice personal gains. This is the meaning of the saying of the Holy Prophet (SAW) unless he loves me more than his parents, Children and everybody else. Hadhrat Abu Bakar Siddique (RA) was very dear to the Holy Prophet (SAW) and the scholars of Ahle-Sunnat have consensus on the fact that after the Prophet he (RA) is the most exalted personality in the universe. The Prophet (SAW) has also said that" the sun has not risen on anyone who after the Prophet (AS) is superior to Abu Bakar Siddique". Among the Prophet (AS) Hadhrat Yousaf (AS) was a Prophet for four generations. Hadhrat Abu Bakar (RA) four generations were companion. His father was a companion, he himself was a companion and his sons and grandchildren were companions. In the battle of Badr Hadhrat Abdur Rahman who had not yet converted was fighting from the Makkah side. Later on he converted to Islam and migrated to Madinah. One day he was sitting with his father when the topic of Badr came up. He said, "Father on the day of Badr you came within my range of attack but I didn't attack you. Hadhrat Abu Bakar (RA) said that you are lucky that you didn't come within my range had you come I would have shredded you to pieces. He asked " wouldn't you have felt any affection for a son? Hadhrat Abu Bakar (RA) said what is a son compared to the Prophet (SAW). You are lucky you didn't come within my range. So when it comes to sacrificing ones' love then it indicates that the love of the Prophet is superior. It is in my heart and I can

to receive cannot be imagined by those merely readings books.

The heart is a world in its own with a lot of population. There are large cities belonging to our loved ones, relatives, acquaintances. There are houses of such people about whom we have only read or heard. If someone mentions their name we instantly say that I know him I've read about him. Interestingly there are houses of enemies as well. The more enemity you have the bigger the house and will never be forgotten, he will be in your heart. There is a massive population inside the heart. A man selling tea, driving a cart, they too have American President in their hearts, they talk of Obama though he has never seen him nor do they ever hope to meet him. This is a very large population. There are suns, nights, moons and stars. There are springs and autumns, joys and sorrows within the heart. It determines the course of life.

The brain is subservent to the heart. The brain controls the nerves, the limbs etc. When the heart gives a command it gives it directly to the brain and not to the limbs. The brain brings the limbs in action. When the heart wants to say something the tongue represents. If the heart is annoyed with someone the tongue starts to curse that person. If the heart is pleased with someone the tongue wishes him well. It is not in the control of the tongue, it does what it is told.

The residents within ones' heart are not in his control whether he likes it or not they are there. All those people who he meets, or hears about make a place in his heart. Now, when it becomes so, densely populated it becomes uneasy. Every member of the population has a desire, a demand of his own. Sometimes one runs after ones' call then after another's. He feels affection for a friend and anger for an enemy. He wants to help someone and to kill someone. His entire efforts are dedicated to these things and his life ends.

O' Allah! You gave this heart, it is very precious, and why have you put it through so much trouble. The entire clatter of life has come inside it and now it has no peace. It is always running after something or the other. Allah says the only remedy for its uneasiness is Zikr. In a gathering there are different people with different outlooks, opinions. They all speak their minds. If the king comes there everyone will keep quiet and pay attention to the king and listen attentively to what the king has to say. So Allah says that اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب In Allah Zikr do hearts find peace.

Let my remembrance be in your heart all the clattering will go away; all the residents will be no more than insects. They have gained importance because there is no one bigger amongst them, so they make noise. One pulls you in one direction, the other in his direction, so the remedy to this is to make a masjid in this city. It took no effort on your part to make this city, you set your eyes on someone and he made it to your heart. You heard someone, you met someone made friends with him or developed enmity did business with someone all these automatically settled in your heart and do not leave even if you want them to. Your duty is to consciously, with intentions make a masjid and keep it alive with Allah's Zikr. There should not be a moment of interruption. When it is time for Azaan, there must be Azaan; at the time of salat there must be salat; at the time of sajdah there must be sajdah. It must never be without light. Allah says my Zikr will keep it alive. Remember your Rabb in such a way that only His Zikr is visible rest everything subsidies.

It is said, اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب by peace we mean that the heart feels settled. The constant tug of war comes to an end and the real monarchis word is being said. It is then that the heart feels peace. This peace and tranquility is called "Khaloos"(sincerity) and this is what is required for Allah and for his Prophet (SAW).

This 'Khaloos is determined by our decisions in practical life. A person may get a chance to make millions but Allah and His Prophet (SAW) say that it is not permissible. Now on one side is a worldly

KHALOOS (Sincerity)

Translated Speech of His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan MZA Shaikh Silsilah Naqashbandiah Owaisiah Dar ul Irfan District Chakwal 14 April 2010.

(اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب)

Lo! In the remembrance of Allah do hearts find comfort?

A human being is a masterpiece creation of Allah and has been given a heart. Allah says' (مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِی جَوفِہٖ)Allah has not placed two hearts in any man, in his inside. (33.4).

There is only one heart and it is a strange blessing of Allah. It is vast entity a universe in itself. A realm surrounds us, a bigger realm lies within us and the biggest lies within the heart. The heart is a lump of flesh, a pumping station which sends purified blood to all the organs. It starts beating in the womb and continues to do so till the last breath. As long as this beats life goes on; in health or sickness in consciousness or unconsciousness, in sleep this continues to beat. Inside the heart is a divine subtlety which gives it its magnificence.

When Allah spoke to HIS Prophet (AS) it was revealed unto their noble hearts, though their brains were as exalted as they were. When it comes to the Holy Prophet (S.A.W) Allah says) (نزولی بہ الروح الامین علی قلبك)that Jibrael Amin brought it and revealed it عَلٰی قَلْبِكَon your subtle heart. The Holy Prophet (S.A.W) is the most exalted personality in the entire universe. There is nobody like Him (S.A.W). He is one and only of his kind. He is the Leader of the Prophets (AS). Just as his noble personality is unique, so every part of his body unique, each and every drop of his blood is unique. His hair are unique. The exalted brain is also one of its body, no other brain has been made of the same calibre by Allah. In spite of this, his noble heart qualifies to receive Allah's word because it is the heart which has the power to receive Allah's word.

I have heard scholars saying that Qalb means brain and many notable scholars say this on television and not only Pakistani, Foreign scholars also say this. The brain is not in the chest, Quran says 'Allah has not placed two hearts in any man in his inside (33.4). Brain is in the head. Religious knowledge is a great divine blessing and scholars are very lucky people, whose hearts have Quran and Hadith inscribed on them. Those whose hearts have all the do's and do'nts written on them and who spend all their lives teaching Quran and Hadith are very fortunate people and worthy of respect. There is one danger associated with religious knowledge and this dangeris associated with all outward knowledgeعلوم ظاہری for e.g. if someone is expert at science he thinks that there is no other scientist like him. A writer thinks that nobody else can write like him but when this attitude comes with religious knowledge it does a lot of damage. It is very dangerous that when a person acquires religious knowledge he thinks he knows it all, whereas there are different people for different departments. Take the example of two herds of sheep combined together. Now you ask an accomplished scholar to separate the two, he will not be able to do it, because it is not his department. Now you ask an illiterate shepherd to separate the herds, he will do it because he recognizes each and every sheep because this is his department. So, scholars too think that since they have read a-lot so they know about the heart too, whereas it is a separate topic.

The seat of Prophet (SAW) barkaat is the heart. To know about the heart we don't need books, but a relationship a tie if it is established with the Prophet (SAW) court then what the heart begins

ul Arifeen-rua said, "I made my way towards Hindustan and went as far as Delhi and then came here, it was a jungle then, it pleased me and I remained here. I never allowed anyone to come near me. After taking permission from my Shaikh I left Madinah Munawwarah and thereafter never allowed myself to look at a woman's face."

Hadhrat Ji-rua wanted to know the reason for Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua's leaving Madinah Munawwarah.

"Why did you leave the (city of Madinah) Cradle of Islam, the capital of Islam and the august abode of Prophet-hood, to come here?"

He replied. "At that time I did not know. Now it has become clear that I was sent here by Allah-swt for your spiritual training".

Previously during a Maraqbah the words, "the awaited one has arrived", spoken by Hadhrat Abdur Raheem-rua had been heard by Hadhrat Ji-rua, but he had expressed his unawareness at uttering them. Later, it was known that these words were Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua's which were spoken during the Maraqbah through the tongue of Hadhrat Abdur Raheem-rua.

After giving a short account of his life, he told Hadhrat Ji-rua, "You are my attendant. Stay here. I am prepared to give Faidh (beneficence) to whoever you present before me".

After three years he made Hadhrat Ji-rua a Sahib-e Majaz, but retained the reins of the Silsilah himself.. Till the Silsilah was transferred to him, Hadhrat Ji-rua would require confirmation from Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua before making anyone Sahib-e Majaz or presenting him for a Spiritual Bai'at (Roohani Bai'at).

What was Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua's Arabic name? As stated earlier, he was called Allah Deen, another version of Allah Diya, by the local people. He never revealed his real name, nor did Hadhrat Ji-rua think it necessary to ask. Now he is known by his local name Allah Deen-rua, and due to his association with the city of the Holy Prophet-saws, the word 'Madni' has been added on. Once Hadhrat Ameer al Mukarram-mza was asked by the Ahbab if he could inquire as they did not have the courage to do it, but he remained silent which was an indication that this was against protocol for his Shaikh. As Hadhrat Ji-rua had himself remained silent upon this matter, therefore inquiring about it now would be against respect for his Shaikh, although it could have been asked spiritually.

After Partition, different Jama'ats (parties) including some religious parties contacted Hadhrat Ji-rua and offered him offices as well as monetary benefits. Hadhrat Ji-rua would often recount about them: "After Partition some people from a political party came and offered me to become the Ameer of three districts. Then some other people came from another Jama'at (party). I asked my Shaikh Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua for advice and he said:

"These parties are in reality trading companies. The Masjid is their market place and the pulpit their shop. What have they to do with religion? They only serve themselves and when they find the Shari'ah opposed to their personal interests, they abandon it. You do not need to enter any party. You think you have no Jama'at. All the dwellers of Barzakh are of your Jama'at." Then he added, "Aren't you a (strong) man yourself? Don't you have a Jama'at? This is a group of the living people only, while you have the dwellers of Barzakh in your Jama'at. Work alone and rely only on Allah-swt, your Jama'at will always be with you."

Hadhrat Ji-rua said, "After that I took a dislike to these parties and avoided them. However when Ahmed Shah Bokhari-rua of Chowkera heard of this he wrote a letter to me to say that he would join whatever party I joined. I wrote back that you and I are a Jama'at." Hadhrat Ji-rua and Hadhrat Ahmed Shah Bokhari-rua collectively worked on the magazine 'Al Farooq' and in waging Jihad against heresy and schismatic influences in Islam.

It was customary for Hadhrat Ji-rua to take his devotees at least once every year to pay their respects to Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua. In 1977, a 3 day annual Ijtema' (congregation) was started and the last time that Hadhrat Ji-rua came to pay his respects here was during the Ijtema' of October 1983. On arriving here it was Hadhrat Ji-rua's routine to go straight to the Mazaar of Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua and stay for sometime in meditation and then move on to the courtyard of the adjacent Masjid to the grave of Hadhrat Abdur Raheem-rua. At the termination of the Ijtema', he would repeat this action before his departure.

May Allah-swt increase the stations of Hadhrat Ji-rua's Shaikh, Hadhrat Sultan ul Arifeen Khawajah Allah Din Madni-rua and send His Blessings in abundance on his final resting place where after a pause of four centuries the rebirth of the Silsilah Naqshbandiah Owaisiah took place and this time it is not restricted to a particular area but is meant for all humankind; rather for the Renaissance of Islam in the world. Ameen!

do you disturb me, I can't meet you spiritually as I am in Illiyeen and your reach is not up to here. Come; let me do the 'Maraqbah Mootu' with you". After which he took Hadhrat Ji-rua into Illiyeen.

Hadhrat Ji-rua used to say: "I received the 'Maraqbah Mootu' from Mian Ghulam Rasool-rua. This Maraqbah is not among the Manazil (Stations) of Sulook; and is only a stroll to reform the Nafs and to indicate to it that events like these are going to take place ."

Once Hadhrat Ji-rua, while in an exalted spiritual state , exclaimed to his devotees " Look and see for yourselves the Bait ul M'amoor (the Qiblah of Angels), Sidrat ul Muntaha (the Lote tree at the farthest boundary), Lau-he Mahfooz (the Guarded Tablet) and the place where the Holy Prophet-swt was addressed by Allah-swt."

These words were enough for those devotees who were endowed with spiritual insight (Kashf), to see everything clearly. Then he showed them the Chair and said, "Remember that these places are not included in the normal stations of Sulook. These are holy places, that is why I showed them to you. Sulook is that which is received in continuity from the predecessors. It produces depth in the Qalb so much so that it can then absorb the whole world within it; while, this (showing of the holy places) is something different."

Just as Makhdoom Abdul Ghani-rua was granted the distinction of playing host to Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua, Mian Sher Muhammad-rua was granted a similar honour of hosting Hadhrat Ji-rua. However, because the Mazaar of Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua is situated on the land belonging to Makhdoom Abdul Ghani-rua the honour of his hospitality extends till the Day of Judgment.

On the suggestion of Hadhrat Maulana Abdur Raheem-rua, Makhdoom Karam Ilahi-rua had the trees cut from the mound and built the Mazaar of Sultan ul Arifeen-rua, and then in the 1925 Land Reforms, Tehsildar Wazeer Ali, another student of Hadhrat Abdur Raheem-rua donated one square of land (25 Acres) for the Mazaar. In 1978 the Masjid adjacent to the Mazaar was cemented and it was further extended in 1986.

The Makhdoom family produced many eminent Sufis. Qutb-e Madaar, Hadhrat Khawajah Muhammad Shah Doola-rua arrived here from Delhi. Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua came from Madinah Sharif and resided here permanently. Despite their presence Langar Makhdoom was known as a centre of religious learning but not as a spiritual centre. The distinction to identify this hidden spring was given to Hadhrat Abdur Raheem-rua, and once Hadhrat Ji-rua's spiritual connection with Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua was established, this underground Font of Beneficence burst forth.

It is Allah-swt's Practice or rule that He makes arrangements for the needs of His creation in advance. He placed the treasures of oil or uranium deep in the heart of the earth at her creation, and after millions of years we are benefitting from them. Similarly although Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua arrived here four centuries ago, he was destined to be the means of the revival of the Silsilah Owaisiah on the earth for our present times about which Shah Wali Allah-rua, writes: "Sometimes water running underground bursts forth in the form of a spring and floods the area around it."

Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua arrived here from Madinah Munawwarah and after living his natural lifespan, retired to Illiyeen taking the Silsilah along with him. Through Hadhrat Maulana Abdur Raheem-rua this hidden treasure was identified and then Hadhrat Ji-rua became the means of reviving the Silsilah Owaisiah once again on earth. Hadhrat Ji-rua stated, "Between me and my Shaikh there was a distance of 400 years. I received beneficence and also Khilafat (succession) from my Shaikh through the Owaisiah method."

Due to respect for his Shaikh, for a long while Hadhrat Ji-rua could not question him about the events of his life. In this way two or three years passed and although Hadhrat Ji-rua was curious to know about the life of his Shaikh, he did not have the courage to ask him. Finally on noting the condition of his pupil, Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua himself broached the subject. "Today is Wednesday, tomorrow is Thursday; come back here on Friday with some paper and pen and I shall relate the events of my life to you."

Hadhrat Ji-rua related, "Days would not pass and time seemed to drag, finally Friday arrived and I presented myself, then Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua made me write down the events of his life".

Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua belonged to the Hashemite clan and his ascendants were the attendants of the Raudha (Shrine) of the Holy Prophet-saws. In the beginning of the 10th Hijri, his Shaikh Hadhrat Abu Ayub Muhammad Salih-rua arrived in Madinah Munawwarah and imparted him spiritual training up to the station of Salik al Majzoobi. When the longing for travel arose, Hadhrat Abu Ayub Muhammad Salih gave him permission to depart from Madinah Munawwarah and he himself returned to Khurasan.

Dictating his life events to Hadhrat Ji-rua, Hadhrat Sultan

HAYAT-E-JAVEDAN

Hadhrat Sultan ul Arifeen Khawajah Allah Deen Madni-rau

Chapter 6

When Makhdoom Abdul Ghani-[rua], the host of Hadhrat Sultan ul Arifeen-[rua] was laid to rest in this graveyard, due to the layout of the adjacent graves, proper rules of etiquette were not adhered to, and his feet pointed towards the grave of his father Makhdoom Abdul Kareem-[rua] who was also his teacher. The next day when people returned to the graveyard, they were astonished to see that the grave of Makhdoom Abdul Ghani-[rua] had changed direction and his feet were no longer directly pointing towards the head of his father and teacher. To this day this grave teaches us an eternal lesson in respect, honour, reverence and veneration.

Whenever Hadhrat Ji-[rua] came to Langar Makhdoom, he would visit this graveyard. Once when along with his devotees he arrived near the graveyard a strong perfume arose to welcome them. Some astonished Ahbab spoke out that the perfume was so strong that it seemed they were in a rose garden. In actual fact as Hadhrat Ji-[rua] neared the graveyard the spirits of the Aulia came forward to welcome him and the devotees felt they were entering a rose garden. When they mentioned this to Hadhrat Ji-[rua], he said, 'I am taking you to a garden, the Aulia Allah in this graveyard are so numerous that except in Hijaz, you will not find so many buried in the same place'. Hadhrat Ji-[rua] instructed his pupils that if they were in the vicinity of Langar Makhdoom they should visit this graveyard.

Another Sufi saint, Khawajah Qutb Shah Doola-[rua] of Delhi followed Makhdoom Burhan ud Deen-rua to this area. His spiritual office was of a Qutb-e Madaar, and he was a Mustajaab ud Dawaat (his prayers found acceptance) Hadhrat Ji-[rua] was a Mustajaab ud Dawaat as well, but for his own personal affairs, he would spiritually request Khawajah Qutb-[rua] to pray for him. If Khawajah Qutb-[rua] felt any doubt about the acceptance of his prayer he would request Hadhrat Ji-[rua] to pray himself. This phenomenon holds true even today for prayers requested from him.

Common pilgrims to the Changharanwala graveyard are unacquainted with the grave of Khawajah Qutb Shah Doola-[rua], nor is it marked, but when the devotees of the Silsilah visit, they always request for his prayers and this was also the practice of Hadhrat Ji-[rua]. He would always spend some time at the gravesite. Due to our relationship with Hadhrat Ji-[rua], may Allah Kareem also include us in the prayers of Hadhrat Khawajah Qutb Muhammad Shah Doola-[rua]! Ameen.

By mentioning the ancestors of the Makhdoom family we can assess why Hadhrat Sultan ul Arifeen-[rua] after travelling for many years and after journeying thousands of miles, picked a far flung place like Langar Makhdoom for residing permanently. It would also not be wrong to believe that besides the illustrious ancestors of the Makhdoom family, the arrival of Hadhrat Khawajah Qutb Muhammad Shah Doola-[rua] from Delhi, and of Hadhrat Sultan ul Arifeen after him, kept the Makhdoom family firm on its noble conduct, ascertaining which Hadhrat Gauth Baha ul Haq-[rua] dispatched his beloved daughter and son in law from Multan. In this way, for centuries this land was being prepared for the re-emergence of the Silsilah Owaisiah, according to Divine Will.

It was Makhdoom Sher Mohammad-[rua] (d.1954) to whom Hadhrat Ji-[rua] had appealed while looking for his Ustad's stolen bulls. His father Makhdoom Ahmad Yar-[rua] was also a Mustajaab ud Dawaat and people of the area would come and ask for his prayers for their various problems. There is a famous story about when he was asked to pray for the recovery of a stolen cow. Instead of praying he told the person to gift the cow to the thief. With a heavy heart the person gifted the cow and returned home, disillusioned. After three days the cow returned back to him. Perplexed he went back to Makhdoom Ahmad Yar-[rua] to inform him of the return of the cow. Hearing this, Makhdoom Ahmad Yar's eyes welled up with tears and he said, Halal (the lawful) and Haraam (the unlawful) cannot exist side by side. The thief had only unlawful things at his place. You gifted him the cow which became lawful for him, and as it was impossible for it to remain among the Haraam, it came back. But I am deeply hurt that it did not return on the first day, perhaps there is some deficiency in my affairs for which I am shedding these tears of repentance.'

Makhdoom Ahmed Yar-[rua]'s father, Mian Ghulam Rasool-[rua] (d.1893) belonged to the Qadriyah Silsilah. While Hadhrat Ji-[rua] was still in the initial stages of Sulook he would visit his grave and not find him there, as he resided in 'Illiyeen' (one of the high places where the record of the Righteous is kept). When Hadhrat Ji-[rua] would spiritually approach him he would be told, "Why

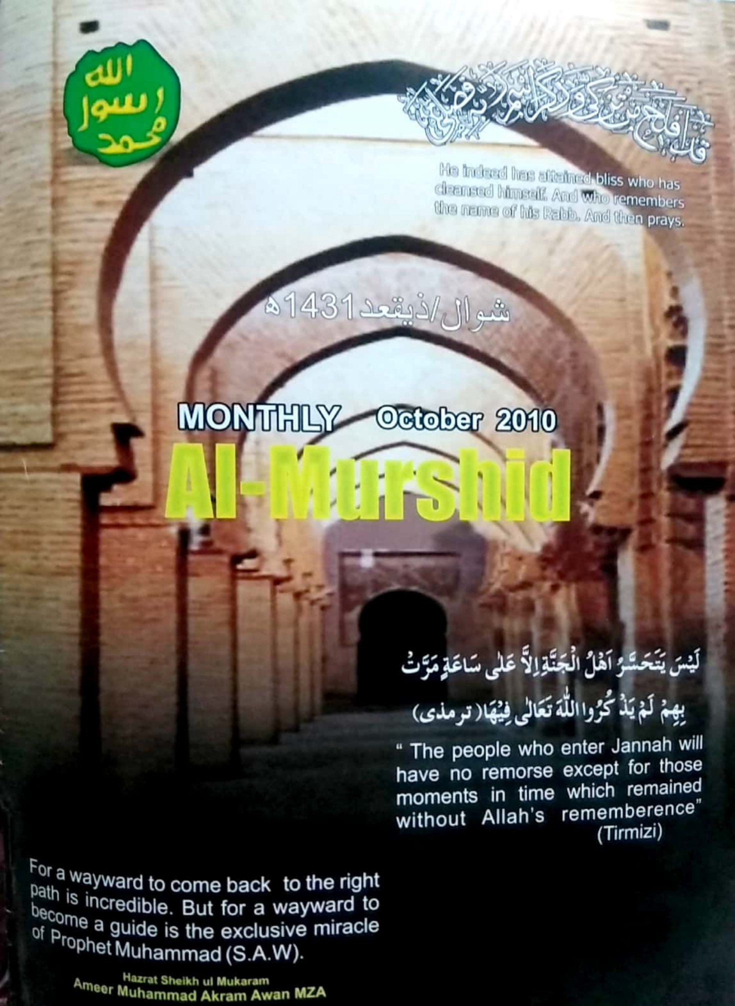

الله
رسول
محمد

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

شوال/ذیقعد 1431ھ

MONTHLY October 2010

Al-Murshid

لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ
بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا (ترمذی)

" The people who enter Jannah will have no remorse except for those moments in time which remained without Allah's rememberence"
(Tirmizi)

For a wayward to come back to the right path is incredible. But for a wayward to become a guide is the exclusive miracle of Prophet Muhammad (S.A.W).

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا یپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255